URDU LITERATURE SERIES

INTIKHAB

QASAID-SAUDA

With Introduction and Notes

انتخاب

قصائد سودا

مع تمہید و شرح

ALLAHABAD

RAM NARAIN LAL BENI MADHO

PUBLISHERS & BOOKSELLERS

انتخاب

قصائد سودا

پبلشر

رام نرائن لال بینی مادھو ۲ کٹرہ روڈ
الہ آباد

قیمت

فہرست مضامین

سودا بحیثیت قصیدہ گو

اردو میں قصیدہ گوئی کی ابتدا فارسی شاعری کے اثرات سے ہوئی۔ دکنی شعرار نے جہاں اردو شاعری کے دوسرے اصناف میں طبع آزمائی کی وہیں قصیدہ کو بھی انھوں نے مقبول و مروّج بنایا۔ مگر ابتداءً شمالی ہند میں شعرار نے اس صنف پر کوئی خاص توجہ نہ کی۔ ویسے سودا کے پہلے کچھ اردو قصائد ضرور مل جاتے ہیں مگر وہ لفظی، نحوی، بیانی اور معنوی حیثیت سے کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور بڑی مشکل سے ان پر قصیدے کا اطلاق ہوتا ہے جس کی ایک خاص وجہ اس زمانے کا سیاسی و معاشرتی انتشار ہی سمجھنا چاہیئے۔ اس طرح یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ سودا کی قصیدہ گوئی کے لئے اردو شعرار کے قصیدے رہنما نہ بن سکے لہٰذا لازمی طور پر سودا کو اس سلسلہ میں فارسی شعرار انوری، خاقانی اور عرفی وغیرہ کی تقلید کرنی پڑی جس کا ثبوت ہمیں اس کے کلام سے بھی مل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر سودا کا مشہور قصیدہ ؎

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاصل

عرفی کے قصیدے کی زمین میں ہے جس کا مطلع ہے ؎

چہرہ پرداز جہاں رخت کشند چوں بہ حمل
شب شود نیم رُخ و روز شود مستقبل

اسی طرح انوری کی تقلید بھی سودا نے کی ہے۔ انوری کا مشہور قصیدہ ایک گھوڑے کی ہجو میں ہے۔ چنانچہ سودا نے بھی انوری کی تقلید میں گھوڑے کی ہجو موسوم بہ "تضحیک روزگار" لکھی جس کا مطلع ہے ؎

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دستِ عناں کا بیک قرار

سودا کے قصائد موضوعات کے لحاظ سے بڑے وسیع اور ہمہ گیر ہیں۔ اس نے مدح اور قدح دونوں میں کامیاب طور پر طبع آزمائی کی ہے۔ مذہبی جذبات نے سودا کو بزرگانِ دین کی شان میں قصائد لکھنے کے لیے مجبور کیا اور مصاحب پیشگی و درباداری نے اُس سے اُمرا و رؤسا کی شان میں قصائد لکھوائے۔ ظرافت کا مادہ سودا کی طبیعت میں موجود تھا لہٰذا اُس نے قدح بھی لکھی اور بڑے دلچسپ پیرائے میں۔ اس کے علاوہ کچھ قصیدے ایسے بھی ہیں جو آج تاریخی حیثیت رکھتے ہیں جن میں اس دور کے تاریخی و معاشرتی حالات سودا نے قلمبند کئے ہیں۔

سودا نے اپنے کئی قصیدوں کے نام بھی رکھے ہیں۔ مثلاً حضرت علی کی منقبت میں جس کا مطلع ہے :۔ ؎

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اُردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل

کا نام "باب الجنت" ہے۔

نظم

تا مسٹے رہے یہ نظم بباب الجنت

جب تلک اس سے برآئے مری امید و امل

حضرت علی کی منقبت میں ایک اور قصیدہ "سنگ کو اتنے لئے کرتا ہے پانی آسماں" کا نام "بحر بیکراں" ہے:۔

کرتو سوداؔ اب قصیدے کو دعائیہ پہ ختم

گو خطاب اس کو دیا ہے تو نے بحر بیکراں

سیف الدولہ کی مدح میں قصیدہ

"برج حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار"

کا نام "رزمیہ بہار" ہے:۔

بالفعل اس قصیدے کا مانگے ہے یہ صلہ

اس کے تئیں خطاب ہو رزمیہ بہار

گھوڑے کی ہجو میں قصیدہ:۔

"ہے جب سے چرخ ابلق ایام پہ سوار

کا نام "تضحیک روزگار" ہے:۔

سوداؔ نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا

ہے نام اس قصیدے کا تضحیک روزگار

شاعری میں جہاں تمام اصناف کو پرکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی معیار مقرر ہوتا ہے وہیں قصیدے کی خوبی و خرابی کو بھی پرکھنے کے لئے کچھ معیار مقرر

کئے گئے ہیں۔ یہ معیار عربی شعرا نے قائم کئے جن کی تقلید فارسی شعرا اور اُن کے توسط سے اُردو شعرا نے بھی کی۔ لیکن اس معیار پر نظر ڈالنے سے قبل ہمیں قصیدے کے اجزائے ترکیبی کو سمجھ لینا چاہیئے تاکہ انھیں اجزا کے ارد گرد رہ کر ہم سودا کی قصیدہ گوئی کا صحیح جائزہ لے سکیں۔ دراصل یہ اجزا ہیں۔ مطلع۔ تشبیب۔ گریز۔ مدح اور مقطع۔

مطلع:۔ قصیدہ کے لئے مطلع بہت بلند پایہ ہونا چاہیئے۔ کامیاب مطلع وہی ہے جس میں جدّت، ندرت اور انوکھاپن پایا جائے تاکہ سننے والا فوراً اس طرف متوجہ ہو جائے۔ ندرت خیال کے ساتھ ساتھ طرز بیان میں جدّت اور زبان میں بیحد شگفتگی، دلکشی اور برجستگی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ جب اس معیار کے تحت ہم سودا کے مطلعوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ زبان اور طرز بیان دونوں ہی کے لحاظ سے بلند اور دلکش ہیں۔ کچھ مثالیں دیکھیئے:۔

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل

برجِ حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار
کھینچے ہے اب خزاں پہ صفِ لشکرِ بہار

چہرۂ مہر وش ہے ایک سنبل مشکفام دو
حسنِ بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو

سنگ کو اتنے لے کرتا ہے پانی سے آسماں
منہ پہ لاوے آرسی تا عیب روئے مردماں

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام
حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام

تشبیب:۔ مطلع کے بعد تشبیب کا نمبر آتا ہے۔ اس کے معنی شباب کے ذکر کرنے کے ہیں۔ اس میں عموماً حسن نسوانی کا ذکر ہوتا ہے۔ مگر تشبیب محض تذکرہ حسن و شباب ہی تک محدود نہ رہ گئی بلکہ آگے چل کر اس کے موضوع میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا رہا۔ چنانچہ سودا کے قصائد کی تمہیدوں میں بھی فلسفیانہ اور اخلاقی مضامین بھی موضوع بنا کر پیش کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے سودا کی تشبیہیں مضامین کے لحاظ سے بہت وسیع ہیں۔ ان میں تخیل کے زور اور مبالغہ کے ساتھ ساتھ بیحد دلکشی بھی پائی جاتی ہے :۔

قصیدہ "باب الجنت" کی بہاریہ تشبیب ملاحظہ ہو :۔

سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمر دار ہر ایک
دیکھ کر باغ جہاں میں کرم عز و جل

قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض
ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ
آبجو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

عکس گلبن یہ زمیں ہے کہ جس کے آگے
کار نقاشی مانی ہے دوم دہ اول

تار بارش میں پروتے ہیں گہر ہائے تگرگ
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل

بار سے آب رواں عکس ہجوم گل کے
لوٹے ہے سبزے پہ از بسکہ ہوائے بیکل

شاخ میں گل کی نزاکت یہ بہم پہنچی ہے
شمع ساں گرمیٔ نظارہ سے جاتی ہے پگھل

جوشِ روئیدگی خاک سے کچھ دور نہیں
شاخ میں گاؤ زمیں کے بھی جو پھوٹے کونپل

دمِ عیسیٰ سے فزوں فیض ہوائے یاں تک
دین میں قسمِ جمادات سے شاید ہو خلل

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر
ساغرِ لعل میں جوں کیجے زمرّد کو حل

ظاہر ہے کہ اس تشبیب میں موسم بہار کی اصل روح کارفرما نظر نہیں آرہی ہے بلکہ یہ موسم بہار کی ایک خیالی تصویر ہے جس میں تشبیہ واستعارہ اور مبالغہ جابجا نمایاں ہے لیکن پھر بھی یہ تصویر کامیاب اور دلکش ہے۔

سوداؔ کے بعض قصائد کی تشبیبوں میں بہاریہ وعاشقانہ دونوں مضامین یکجا مل جائیں گے اور بعض میں رندانہ وعاشقانہ مضامین۔ بعض قصائد جو کہ بزرگان دین کی شان میں ہیں ان کی تشبیبوں میں بھی سوداؔ نے عاشقانہ اور رندانہ مضامین داخل کرنے سے پرہیز نہیں کیا۔ مثلاً حضرت فاطمہ کی شان میں قصیدہ ہے۔ اس کی تشبیب کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ؔ

دیکھا ہے جب سے منہ کا ترے نور اے صنم
خورشید رہ گیا ہے خجالت سے سر چھپا

آنکھوں نے تیری خانۂ نرگس کیا خراب
سنبل کو تیری زلف نے بے قدر کر دیا

رُخ تیرا دیکھ گل کی تو چھاتی پھٹی ہے آہ
خالِ سیہ کے رشک سے لالے کا دل جلا

تیرے دہن کو دیکھ کے غنچہ ہوا خجل
نرگس نین کو دیکھ کے آنکھیں گئی چرا

ابرو کو تیری دیکھ چھپا ابر میں ہلال
صورت کو تیری دیکھ گھٹا بدر دلربا

لپٹے ہے زلف ہاتھ کو تیرے میں کیا کہوں
ناگن لپٹ رہی ہے عجب شاخِ گل سے آ

قمری نے یوں کہا تری کاکل کو دیکھ کر
اللہ آج سرو سے لپٹا ہے اژدہا

ئی قصائد ایسے ہیں جن کی تمہیدوں میں نصائح و ترغیبات ہیں۔ کہیں اپنی بدنصیبی
ور آسمان کے مظالم کا ذکر ہے اور کہیں حکیمانہ و فلسفیانہ خیالات کو موضوع بنایا ہے۔

ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہوں جوں تیغ بے جوہر دگر نہ ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے
نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

عروجِ دست ہمت کو نہیں ہے قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفتِ ایام ضائع قدر مردوں کو
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیضِ تنہائی سے عمرِ خضر طولانی
موقر جان اربابِ ہنر کو بے لباسی میں
کہ ہے جو تیغ با جوہر اُسے عزت ہے عُریانی

بعض قصائد کی تشبیبوں میں ہجو بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً ایک قصیدہ میں اپنے عہد کے دہلوی شعراء کا مضحکہ اُڑایا ہے اور ان پر چوٹیں کی ہیں۔ سے

داغ ہوں ان سے اب زمانے میں — بزمِ شعراء کے ہیں جو صدر نشیں
یعنی سودا و میر و قائم و درد — لے ہدایت سے تا کلیم و حزیں
کیا غرور و دماغ کیا نخوت — کون سا کبر ہے جو ان میں نہیں
بعد صد منت و سماجت کے — جاویں گر یہ مشاعرے میں کہیں
میر مجلس کی تاب و طاقت کیا — کرے تکلیف شعر ان کے تئیں
شعر اپنا پڑھیں جو ان کے حضور — کرکے سرگوشی یکدگر دو نہیں
ایک کہتا ہے یہ توارد ہے — دوسرا بولے ادق ری نمکیں
خلق کو انتظار کش کرکے — یک دو مصرع پڑھیں جو آپ کہیں
درد کس کس طرح ملاتے ہیں — کرکے آواز منحنی و حزیں
اور جو احمق ان کے سامع ہیں — دمبدم ان کو یوں کریں تحسین
جیسے سبحان من یرانی پر — لڑکے مکتب کے کہتے ہیں آمیں

سودا نے بعض بعض قصائد کی تشبیبوں میں غزلیں بھی داخل کردی ہیں مگر یہ غزلیں قصیدے سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ مثال کے طور پر

حضرت علی کی منقبت میں قصیدہ :۔
"سنگ کو لتنے لیے کرتا ہے پانی آسماں"
کی تشبیب میں غزل ملاحظہ ہو ؎

گر شمیم زلف کا تیرے چمن میں ہو بیاں
نکہتِ گل سے پریشاں ہو دماغِ بلبلاں
طوطی تصویر اس کی روبرو کرتی ہے نطق
محو جو دیدار کا تیرے ہوا آئینہ ساں
مشربِ عشاق پر تنہا نہیں ہے دست برد
ناز نے تیرے کیا پامال زہد زاہداں
عشوہ کرتا ہے ترا جو کچھ جہاں کے سر پہ آپ
چاہیئے ہو تربیت اس سے جفائے آسماں
جس سے پوچھو ہوں تو کیوں نالاں ہے سو کہتا ہے یہ
ہاتھ سے ان کافروں کے نام جن کا ہے بتاں
دل مرا دکھیا رہا ہے کاسۂ چینی کی طرح
سو برابر ٹھیس لگتی ہے تو کرتا ہوں فغاں
نازِ معشوقاں جو دیکھو جور گردوں سے زیاد
ہے عجب احوال دنیا میں کوئی جاوے کہاں
منہ کرو جیدھر کو تو ہوتی ہے آفت روبرو
جس طرف جاؤں تو ہے درپے بلائے ناگہاں

اب کہیں عالم میں اے سودا نظر آتا نہیں
جز پناہ اس آستاں کے موضعِ امن و اماں

گریز:۔ قصیدہ میں یہ بڑی مشکل چیز ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعہ تشبیب اور مدح کے بیچ کا حصہ جوڑا جاتا ہے۔ اب چونکہ تشبیب اور مدح کے مضامین آپس میں بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا شاعر کا فرض ہے کہ وہ ان دونوں اجزا کے درمیان کوئی ایسی چیز پیدا کردے جس سے کسی قسم کی بے ربطی نہ پیدا ہونے پائے اور اچانک مدح کی طرف ایسا گریز کر جائے کہ کسی کو احساس بھی نہ ہو۔ بلکہ ایسا معلوم ہو کہ بات میں ایک اور بات پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایک مشکل ترین چیز ہے اور شاید اسی وجہ سے بعض عربی نقّاد نے اسے دو سرکش بیلوں کو ایک ساتھ جوڑنے سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن سودا کو قصیدہ کہنے کا اس قدر ملکہ ہے کہ اس کے گریز میں کہیں سے بھی شکستگی اور بے ربطی نہیں آپاتی۔ مثلاً قصیدہ:۔ اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
کی تشبیب بہاریہ ہے۔ گریز اس طرح کیا ہے ؎

نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے
ہے فضا اس کی تو دو چار ہی دن میں فیصل
اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام
رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل
تا ابد طرزِ سخن کی ہے مری رنگینی
جلوۂ رنگِ چمن جائے گا اک آن میں ڈھل

نام تلخی نہیں مجھ نطق میں جز شیرینی
یک طرف نارِ گلستاں میں ہے یکسو حنظل
ہیں برومند سخنور مرے ہر مصرعے سے
مصرعۂ سرو سے پایا ہے کسی نے بھی پھل
ہو جہاں کے شعرا کا مرے آگے سرسبز
نہ مخمس نہ قصیدہ نہ رباعی نہ غزل
ہے مجھے فیض سخن اس کے ہی مداحی کا
ذات پر جس کے مبرہن کنہ عزّ و جل

اور اس طرح اچانک مدح شروع ہو گئی :-

مدح :- گریز کے بعد ممدوح کی تعریف کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا حالی مقدمہ شعر و شاعری میں لکھتے ہیں :-

"مدح میں اکثر ایک نام کے سوا کوئی خصوصیت ایسی مذکور نہیں ہوتی جو ممدوح کی ذات کے ساتھ مختص ہو۔ بلکہ ایسے حاوی الفاظ میں مدح کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض مداح اس علت میں کہ فلاں شخص کی مدح کیوں کی؟ عدالت میں ماخوذ ہو جائے تو قصیدہ میں کوئی لفظ ایسا نہ ملے جس سے اس کا جرم ثابت ہو سکے۔ مدح میں زیادہ تر وہی معمولی محامد بیان ہوتے ہیں جو قدیم سے شعراء باندھتے چلے آئے ہیں۔ اور ہر ایک خوبی کے بیان میں ایسا مبالغہ کیا جاتا ہے کہ قصیدہ کا مصداق نفس الامر میں کوئی

انسان قرار نہیں پا سکتا۔ ممدوح کی ذات میں جو واقعی خوبیاں ہوتی ہیں ان سے اصلاً تعارض نہیں کیا جاتا بلکہ بجائے ان کے ایسی محال باتیں بیان کی جاتی ہیں جو کسی متنفس پر صادق نہ آ سکیں۔ ممدوح کی طرف اکثر وہ خوبیاں منسوب کی جاتی ہیں جن کے اضداد اس کی ذات میں موجود ہیں۔ مثلاً ایک جاہل کو علم و فضل کے ساتھ، ایک ظالم کو عدل و انصاف کے ساتھ، ایک احمق اور غافل کو دانشمندی اور بیدار مغزی کے ساتھ، ایک عاجز و بے دست و پا کو قدرت و تمکنت کے ساتھ، ایک ایسے شخص کو جس کی ران نے کبھی گھوڑے کی پیٹھ کو مس نہیں کیا، شہ سواری اور فروسیت کے ساتھ۔ غرض کہ کوئی بات ایسی نہیں بیان کی جاتی جس پر ممدوح فخر کر سکے یا جس سے لوگوں کے دل میں اس کی عظمت و ہیبت پیدا ہو اور اس کے محاسن و مآثر زمانے میں یادگار رہیں۔"

سوداؔ کے قصائد میں مدح اگر مولانا حالی کے اصلاحی معیار پر جانچی جائے تو ان میں عیوب پوری طرح نظر آئیں گے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس وقت کے معیار کے مطابق مبالغہ قصیدہ کی جان سمجھا جاتا تھا اور پھر خصوصاً مدح میں مبالغہ نہ ہو تو وہ بیجان اور بیکار متصور ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ سوداؔ قصائد کے خیالی مضامین کو شوخ و رنگین بنانے کے لئے مبالغہ ہی ایک کارآمد چیز تھی۔ تیسرے یہ کہ فارسی شعراء کی تقلید نے بھی سوداؔ کو مبالغہ آرائی کے لئے مجبور کیا۔

جہاں تک سوداؔ کے ممدوحین کا سوال ہے ان میں دو طرح کے لوگ ہیں۔

ایک تو بزرگان دین۔ دوسرے ارباب اقتدار۔ بزرگان دین کی مدح کے سلسلہ میں سوداؔ نے
ان کی عظمت، بزرگی، شرافت و نجابت، فیض و برکات وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور
امراء و رؤسا کی مدح میں ان کی شجاعت و سخاوت، تدبر و سیاست اور ان کے رعب
و جلال کا ذکر کیا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ ان سب میں مبالغہ اور تخیل کی بلندی کارفرما
ہے۔ کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

حضرت علی کا عدل و انصاف:-

ہیبتِ عدل یہ تیری ہے کہ ہر دشت میں شیر
واسطے دردِ سر آہو کے گھِسے ہے صندل
سامنے بز کے یہ کیا دخل کہ نکلے آواز
گرگ کے پوست کو منڈھوا کے بجائیں جو دہل
موردِ سنگ ہو شیشہ تو غضب سے کر دے
کوہ کو ہر دو کفِ دست میں مل کر خردل
ذکر و اذکار ترے حفظ کا گر آجاوے
کسی محفل میں بہ تقریب زباں ہر یک پل
شعلۂ شمع کی گرمی سے یقیں ہے دل پر
شب سے تا صبح قیامت نہ سکے موم پگل
معدلت کیش تری ذات ہے ایسی شاہا
آنچ سے آگ کی ٹک خس میں جو آجاوے بل

کرۂ نار تجھ آتش سے غضب کے جل کر
چشم لولی فلک کے لئے ہووے کاجل
مرغ زرّینِ فلک عہد میں تیرے شاید
بوجھ کر دانہ گیا ہے کسی اختر کو نگل
تار تار اُس کے جو یہ بال و پر آتے ہیں نظر
باز قدرت نے ترے پنجہ سے ڈالا ہے مسل

شجاع الدولہ کا ہیبت و رعب :۔

صولت و قہر کے آگے ترے یوں دیو سیاہ
آنچ سے آگ کی جوں تاب میں آجائے اُبال
روز میداں قدم اپنا تو جہاں گاڑے ہے
کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال؛
شرق سے غرب تلک رعب ترے نیزے کا
دھاک ہے تیغ جنوبی کی ترمی تا بہ شمال
اسکی خونریزی سے یوں فوج عدو گھونگھٹ کھائے
جوں مہِ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال
کافر حربی و موذی و منافق ملحد
ایک چو رنگ ہے چاروں کا اسے استیصال

سیف الدولہ کی شجاعت:-

اور اُس کی پوچھتے ہو شجاعت یہ سُن رکھو
اژدر کے پیرے جبڑے کہ جب تھا یہ شیر خوار
یکدم جو اس کی تیغ کی برّش زراہِ سہو
دل میں اگر خیال کرے اپنے کوہسار
اجزا جو منجمد ہیں جمادات کے یہ سب
پاجاویں جوں حواس جہاں پل میں انتشار
جس تو دے پر کہ تیرِ قضا کارگر نہ ہو
خاکہ کو اپنے اس میں سے پھوڑے ہے وہ دوسار
تیری ہی تیغ و تیر کی دہشت ہے یاں تلک
تا وحش و طیر نے کی صلح پوشی اختیار
دراج کون سا ہے کہ پہنے نہیں زرہ
ہر ایک کرگدن کے بدن پر سپر ہیں چار
ارجن کہے کماں کو تری دیکھ بھیم سے
اپنے تئیں تو کھینچنا اس کا ہے سخت کار
جس سمت رُخ کریں گے تو میدان ہے وسیع
گر زندگی عزیز ہے بھیّا تو کر فرار

شجاعت و دلیری، رعب و دبدبہ اور حرب و ضرب کے سلسلہ میں شعراء نے تلوار، شمشیر، گھوڑا اور ہاتھی وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ سودا نے بھی ان چیزوں

کی تعریف بڑے تفصیل سے کی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

حضرت علیؓ کی تلوار کی تعریف

اس قدر رکھتی ہے صولت اس کی شمشیرِ دوسر
گر صفِ اعدا میں جا کر کیجیے اس کا بیاں
ڈال دیں رو ئیں تن اس ہنگام میداں میں سپر
مو سے باریک اپنی گردن کو بتا دیں سرکشاں
کب ہو جلادِ فلک میں اس گھڑی یارائے نطق
ہونٹ لاگے چپکنے لکنت کرے منہ میں زباں
انگلیاں اُڑ جائیں دم پر اس کے دستِ وہم کی
آبداری اس کی گر کیجیے قیاساً امتحاں
کس میں یہ قدرت جو کوئی منہ پہ اُس کے آسکے
آشنا ہووے گر اُس کے عکس سے آبِ رواں
دھار پانی کی وہیں لپٹے زمیں کے قطر کو
کاٹ کر اودھر کو نکلے پردۂ نہ آسماں
صور اسرافیل سے کچھ کم نہیں اس کا نیام
نکلے وہ اس میں سے تو شورِ قیامت ہو عیاں
ہے دو انگشت قضائے مبرم اعدا کے لیے
ذوالفقار اُس کے تئیں کہتے ہیں لیکن مردماں

سیف الدولہ کے گھوڑے کی تعریف :-

گلگوں ترے کے وصف میں کیا کیا بیاں کروں
گرد اس کے کھینچے ہے گل رنگ حنا حصار
اس حصر میں کرے ہے وہ اس طرح شوخیاں
تڑپے ہے جوں نسیم چمن میں ہو بے قرار
رانوں میں یہ سبک جو پھرے سطح آب پر
ٹوٹے حباب سم تلے آ کر نہ زینہار
مشرق کی سرزمین سے مشرق کی سمت کو
اس برق وش کو پھینک دے گو ہر کے تو سوار
اس عرصے میں پھر آوے کہ شاید نہ بجھنے پائیں
گر پھینکتے میں نعل سے اس کے جھڑیں شرار

عماد الملک کے ہاتھی کی تعریف :-

شوکت و شان کہوں کیا میں ترے ہاتھی کی
چرخ پر جوں مہ نو ماتھے پہ یوں اس کے گجک
اس کے گجگاہ کی اللہ رے چہرے پہ لٹک
کہکشاں جو شب یلدا میں نمایاں بہ فلک
بیٹھنے میں ہے وہ کوہ اٹھنے میں ہے ابر سیاہ
عرش رفعت میں وہ اور چلنے میں چوں چرخ اتھک

شجرِ طور کا چہرے پہ ہو اُس کے جلوہ
رنگ تزئین کے لئے جس گھڑی اس کی مسک
جھول پر اُس کے ستاروں کا کہوں کیا میں حُسن
تارے جس طرح رہیں رات اندھیری میں چھٹک
لے کے خرطوم میں زنجیر پھرا دے وہ اگر
اس کے دانتوں کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک
لیلیٰ نے ہاتھ نکالے ہیں سیہ خیمے سے
ملنے کو مجنوں سے سن سلسلۂ پا کی جھنک
روزِ میداں اُسے دیکھو تو دلاور اتنا
سر کے داں سے نہ جہاں سے کہ زمیں جائے سرک
سامنے اس کے وہ چھوٹے ہے پٹاخوں کی لڑی
داغیں اک مرتبہ سو توپ جو ہم سنگ اٹک
چرخی کیا چیز ہے لا دے جو اُسے خاطر میں
بان بجلی کی کڑک کا کبھو تہنچے اس تک
چابے وہ توڑ کے جوں نیشکر اُس کی چھڑ کو
پاؤں کھجلانے لگے سونڈ میں لے کر پو لک
بے تکاں اس قدر اس کا ہے چلا دا بجیسے
مہر میں ابر کے آنے سے ہو سایہ کی ڈھلک

۔ بزرگانِ دین کی مدح کے سلسلہ میں سودا نے ان کے مزار اور روضہ کی شان میں

بھی اشعار کہے ہیں۔ امام موسیٰ رضا کے روضہ کی تعریف ملاحظہ ہو:۔ ؎

شعاعِ نور سے خورشید جس کے قبے کی
پلک جھپکنے سے یک ذرہ بھی نہیں رہتا

زبس کیا ہے مرصّع اُسے جواہر سے
کہ کان لعل سے خالی گہر سے ہے دریا

اگر نہ ہووے یہ کمیاب واں کے مصرف سے
نہ پاوے لعل یہ قیمت نہ دُر کو ہو یہ بہا

جبینِ آئینہ مہر و مہ نہ ہو روشن
غبار در سے یہ اس کے اگر نہ پائیں جلا

بسانِ دیدۂ پُر آب عاشقاں جاری
ہے اس کے صحن میں اک حوض فخر کوثر کا

دکھاؤں کس کو میں اس گنبدِ طلا کا عکس
کہ جس طریق ہے پانی میں اس کے جلوہ نما

ہوئے ہے دل کو یقیں یہ کہ حوض کوثر میں
کرے ہے آن کے گردوں سے آفتاب شنا

سوداؔ نے ایک قصیدہ میں شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی جنگ کا تفصیلی منظر بھی کھینچا ہے اور بڑی خوبی سے واقعات لکھے ہیں۔ چند اشعار دیکھئے ؎

تھی سامنے ہمارے جو فوج ہراولی
ہوں گے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار

سنتے ہیں اب ہر ایک سے اس فوج کے بھی
لے کر وہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ چار
محبوب اور بسنت بطافت تھے یک طرف
یکسو تھا میر سید علی مستعد کار
لیکن اُنھوں کو آدمی کہیے کہ دیو دو
ان کا قدم وغا میں یہ پایا ہم استوار
ادھر سے بان و دہکلۂ و توپ متّصل
پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سر گزار
توپیں جو داغتے تھے فتیلوں سے آن آن
رنجک مثالِ برق چمکتی تھی بار بار
گجنال مثل رعد کے کڑکے تھی دمبدم
آواز شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار
بارود و گولہ توپ میں تھا یا وہ بادِ تھی
جن نے کہ قوم عاد اُڑائی تھی جوں غُبار
فرصت کسو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے
بندوق و تیر و تیغ سے جا ان میں کارزار
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو
گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے ادھر پڑا سوار

اڑتے تھے یوں ہیبادہ کہ تودے کو روئی کو
نداف کا کمانچہ جو دے ہے انتشار
تھے ہاتھیوں پہ بیٹھے جو حافظ کے ہمنشیں
ساتھ اس کے ہم پیالہ و باہم نوالہ خوار
وہ بھاگے اس طرح کہ یہ کہتی تھی ان کو خلق
بھاگا وہ دیکھو جائے ہے میداں سے کوہسار
نے لڑنے کے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش
نے سوچ مرنے کا ہے نہ جینے کا کچھ بچار

حُسن طلب :۔ مدح کے بعد حُسن طلب کا نمبر آتا ہے۔ اس میں شاعر اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ ممدوح پر اس کا اثر پڑے اور وہ اپنے مدّاح کی مُرادوں کو پوری کر دے۔ سوداؔ کو اس میں بھی بڑی استادی حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے بڑی سحر بیانی سے کام لیا ہے کہ اگر ممدوح بخیل ہے تو وہ بھی کچھ دیر کے لئے مجبوراً شاہ خرچ بن جائے۔ مثال دیکھئے :۔ بسنت خاں کی مدح میں ایک قصیدہ ہے اس میں اپنے مقصد کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہرگز
منظور مجھ کو تیری ہمت کا امتحاں ہو
کس واسطے کہ مجھ کو اتنا ہی چاہیے ہے
جامہ ہو ایک بر میں کھانے کو نیم ناں ہو

سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم ہے مجھ پر

کفرانِ نعمت اوپر قادر نہ یہ زباں ہو

اتنی ہی آرزو ہے کچھ عمر ہو جو باقی

مصرف جہاں میں اس کا تیرے قدم کے یاں ہو

کب جا سکے ہے کوئی دروازے تیرے آکر

بیٹھے جو تیرے در پر وہ سنگ آستاں ہو

مقطع :۔ قصیدے کا آخری حصہ مقطع یا حُسن الخاتمہ کہلاتا ہے یعنی قصیدہ اس طرح ختم کیا جائے کہ خاتمہ ابتدائیہ کے مقابلہ میں پست نہ ہونے پائے بلکہ شروع سے آخر تک یکساں ہو اور خاتمہ پر سُننے والا مطمئن ہو جائے۔ سودا کے کلام سے اس کی مثال ملاحظہ ہو :۔ ؎

چاہتا ہے کرے آخر وہ دُعائیہ پر

نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلامِ اوّل

تا ملے خلعتِ نوروز بہ بُستانِ جہاں

پاوے تا نیرِ اعظم شرف از برجِ حمل

تا کرے سبزہ کبر رخسار گل اندام نمود

تا پڑے سنبلِ پیچیدۂ معشوق میں بل

بحر میں قطرۂ نیساں سے ہو جب تک گوہر

کڑکے تا وقتِ ترشح کے ہوا میں بادل

لبِ معشوق کو تا شہرہ دیں شاعر بہ شفا
چشمِ نرگس کے تئیں تا کریں نسبت بہ کسل
موج ہو آب کے تا سرو کے پائیں زنجیر
جب تلک طوق رہے گردنِ قمری کا مخل
تا بہ میخانہ پئیں بادۂ گلگوں مے خوار
ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نے چنگ و دہل
پھرے تا باغ میں ہر ایک روش پر سر خوش
راہ چلنے میں قدم مست کا تا جائے پھسل
قدر ہو عود کی تا مجمر و آتش سے فزوں
لطف بو تا رہے عالم میں بچوبِ صندل
تا مسیحؑ رہے یہ نظم بہ بابِ الجنّت
جب تلک اس سے برآوے مری امید و امل
نخلِ اُمید سے اپنے ہوں برومند محب
ہو محبّت نہ تری جن کو نہ پاوے وہ پھل

سوداؔ کے قصائد کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اُسے اس فن میں بڑی قدرت حاصل تھی۔ اُس کے قصائد بلحاظ مضامین و موضوعات بیحد تنوّع اور بڑی خوبی سے نبھائے گئے ہیں۔ حکیمانہ و فلسفیانہ خیالات اور اخلاقی درسیات و تعلیمات کو بھی سوداؔ نے بڑے اچھے اور موثر پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں سوداؔ کے قصائد میں ہمیں

داخلی و خارجی شاعری کا کمال بھی ملتا ہے۔ لفظی، نحوی، بیانی، اور عروضی خوبیاں بھی ان میں پوری طرح نظر آتی ہیں۔ مجموعی طور پر سودا کے قصائد میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو عموماً فارسی قصیدہ گو شعرار کے یہاں ملتی ہیں مگر اردو قصائد میں ان کا جواب نہیں۔
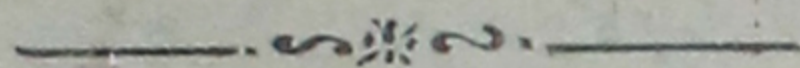
قصیدہ در نعت منقبت حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

(۱)

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو — حسنِ بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو ۱

ہیں دو تنک شراب اور ساقی کی چشم مست دو — کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو ۲

میرے تیرے یہ ربط ہے جیسے میان بحر و موج — واقعی میں تو ایک ہیں گو کہ ہوئے بنام دو ۳

خوں جو کیا ہے بیگنہ تو نے میرا دل و جگر — لیوینگے تجھ سے حشر میں اپنے یہ انتقام دو ۴

تجھ سے وفا و مہر کی دیدۂ و دل کو ہے طمع — کرتے ہیں اُدھیڑ پر ایک دن ملکے خیال خام دو ۵

ابروئے یار کا خیال دل میں لئے ہے روز و شب — ہو وے جو تیغ آبدار کیوں نہ کرے نیام دو ۶

فکر معاد اب کریں یا کہ معاش کی تلاش — زندگی اپنی ایکدم سمجھے کیونکہ کام دو ۷

پھینکے ہے منجنیق چرخ ناک کے سنگ تفرقہ — بیٹھکر ایک دم کہیں ہو دیں جو ہم کلام دو ۸

خورد و بزرگ دہر میں نسبت جام و شیشہ جان — بادہ تو اُن میں ایک ہے گو کہ ہوئے بنام دو ۹

دل کو میان خط و زلف تین جو رکھے یہ عدل ہے — ایک یہ مرغ ناتواں جسکے لئے ہیں دام دو ۱۰

کہتی ہے مجھ سے مغفرت ہووےگی خوب یہ غزل — ہمرہ نعت و منقبت کرا سے انصرام دو ۱۱

اپنی یہ عرض اس سے ہے کہہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو — ایک زمیں ہو سنگلاخ اُسمیں نہ ہو دیں کام دو ۱۲

دے ہے جواب مجھ کو وہ ایک غزل تو کیا ہے یہ — ایسے کہے قصیدہ تو صبح سے لیکے شام دو ۱۳

١۴ مطلع دنعت و منقبت کہہ تو چکا ہے سر بجاں — بس اب مجھے آ کے مانگ لے گر کے تو اب کلام دو

١۵ مثل زبان خامہ ہیں گر نبی و امام دو — معنی تو ان میں ایک ہیں گو کہ ہوئے بنام دو

١٦ مھنے نہ دے غروب ایک بہر نماز مہر کو — ایک کرے اشارے سے قرص مہ تمام دو

١٧ جا کے انھوں اگے رتبہ تک باندھے ہوتی خیال و وہم — وقت مراجعت جو کونج ایک کریں مقام دو

١٨ اونکے طواف روضہ کو پہونچے کبھو نہ جبرئیل — رکھ کے زمیں پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو

١٩ موسی و خضر اور مسیح در پہ انھوں کے وقت طوف — ایک نبی جو چوب دار کرتے ہیں اہتمام دو

٢٠ سجدہ کرے ہیں مہر و مہ در پہ انھوں کے روز و شب — مہر ہمن اس سے یوں ہوا داغی ہیں یہ غلام دو

٢١ ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر — دیتے نہ گر زمانے کو مل کے یہ انتظام دو

٢٢ وصف براق و دلدل اب کہہ تو میں کیا بیاں کروں — شرق سے تا بہ غرب تک جسکے تھیں ہیں گام دو

٢٣ مرضی حق نہیں ہے یہ دو ہوں در اور ایک بام — ورنہ پھریں دو عرش پر ایسے ہیں خوش خرام دو

٢۴ برش انھوں کے تیغ کی مجھ سے بیاں نہ ہو سکے — خامہ کی اب زباں ہوئی لکھنے سے جسکا نام دو

٢۵ اسکے خیال میں کوئی دیکھے جو اپنے آپ کو — احولوں کی طرح اسے آوے نظر تمام دو

٢٦ یاد میں اس کے گر عدو دیکھے جو اپنے باپ کو — مائی کہے تجھے حلال ایک ہے اور حرام دو

٢٧ سودا اب آگے کیا لکھوں مجھ سے کہے ہے انکا ذکر — قطع کلام کرکے تم مدح کو اختتام دو

٢٨ چاہے تھی طبع یہ مری طول دے اس کلام کو — کہیں علی نبی سے یوں اسکا صلہ تمام دو

٢٩ ہے یہ امید اس سے ہی یوں علی سے نبی کہیں — اور دن کو دو جو ایک جام دیجیو اسکو جام دو

٣٠ یہ بھی ہو نہیں کہ عرصہ حشر میں اگر — یاد کریں جو مجھ سے کو ایسے با احترام دو

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ

(۲)

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل ‌ ‌ ‌ تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاصل ۱

سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمردار ہر ایک ‌ ‌ ‌ دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزّ و جل ۲

قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض ‌ ‌ ‌ ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل ۳

واسطے خلعتِ نوروز کے ہر باغ کے بیچ ‌ ‌ ‌ آب جو قطع لگے کرنے روش پر مخمل ۴

بخشتی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی ‌ ‌ ‌ پوشش چھیٹ قلمکار بہر دشت و جبل ۵

عکس گلبن یہ زمیں پر ہے کہ جس کے آگے ‌ ‌ ‌ کار نقاشی مانی ہے ددم دہ اوّل ۶

تار بارش میں پروتے ہیں گہر ہائے تگرگ ‌ ‌ ‌ ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل ۷

بار سے آبِ رواں عکس ہجوم گل کے ‌ ‌ ‌ لوٹتے ہے سبزہ پہ ازبسکہ ہوا ہے بیکل ۸

شاخ میں گل کی نزاکت یہ بہم پہنچی ہے ‌ ‌ ‌ شمع ساں گرمیِ نظارہ سے جاتی ہے پگھل ۹

جوش روئیدگیِ خاک سے کچھ دور نہیں ‌ ‌ ‌ شاخ میں گاؤ زمیں کے بھی جو پھوٹے کونپل ۱۰

دم عیسیٰ سے فزوں فیض ہوا ہے یاں تک ‌ ‌ ‌ دین میں قسم جمادات سے شاید ہو خلل ۱۱

فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زباں سے اپنے ‌ ‌ ‌ کہیں دعوائے خدائی نہ کریں لات و ہبل ۱۲

۱۳ حدِ ایام کی بیش از مددِ نامیہ سے — بچہ مرغِ چمن تخم سے آتا ہے نکل

۱۴ سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار — جو زباں سے سخن اب طوطی کے آتا ہے نکل

۱۵ دستِ گل خوردہ و شاخِ گل و گلزار بہم — بجہاں نشو و نما کرنے میں ہیں ضرب مثل

۱۶ غنچہ پہ کچھ نہیں موقوف عجب فصل ہے یہ — گل بہم پہنچے ہے عقدہ ہو کسی طرح کا حل

۱۷ آدمے ہے ان کے نظر لاکھ طرح کا وہ پھول — اُن گلوں چھٹ جو نگہ کے ہیں سدا مستعمل

۱۸ یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزاں سے مانا — چاہتی ہے بسماجت کرے سبزے سے بدل

۱۹ چشمِ نرگس کی بصارت کی زبس ہے درپے — غنچۂ لالہ نے سُرمے سے بھری ہے مکحل

۲۰ اس قدر محوِ تماشا ہے کہ نرگس کی طرح — چشمِ بیمار گلستاں میں جھپکتی نہیں پل

۲۱ آبجو گردِ چمن لمعۂ خورشید سے ہے — خطِ گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول

۲۲ سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر ایک گل پہ — ساغرِ لعل میں جوں کیجئے زمرد کو حل

۲۳ سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا — تیغِ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل

۲۴ برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے — گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل

۲۵ لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیاباں میں نسیم — پانوءں رکھتی ہے صبا صحن میں گلشن کے سنبھل

۲۶ اتنی ہے کثرتِ لغزش بزمین ہر باغ — جو ثمر شاخ سے اترا سو گرا سر کے بل

۲۷ فیض تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے — شہد ٹپکے جو لگے نشترِ زنبورِ عسل

۲۸ دانہ جس شور زمیں سے نہ بھلا دہقاں سے — سبز واں دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل

۲۹ کشت کہتے ہی ہر ایک تخم سے از فیض ہوا — گرتے گرتے بزمیں برگ و بر آتا ہے نکل

سبز فام اندنوں آتا ہے نظر ہر گل رو — خواہ ہو شیخ پسر خواہ ہو فرزند مغل ۳۰

جوہری کو چمنستانِ جہاں میں اس فصل — آ گیا لعل و زمرد کے پرکھنے میں خلل ۳۱

تا کجا شرح کروں میں کہ بقولِ عرفی — اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل ۳۲

نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے — ہو فضا اس کی تو دو چار ہی دن میں فیصل ۳۳

اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام — رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل ۳۴

تا ابد طرز سخن کی ہے ہری رنگینی — جلوۂ رنگ چمن جاویگا اک آن میں ڈھل ۳۵

نام تلخی نہیں مجھ نطق میں جز شیرینی — یک طرف نارِ گلستاں ہے یکسو حنظل ۳۶

ہیں برومند سخنور مرے ہر مصرعہ سے — مصرعۂ سرو سے پایا ہے کسی نے بھی پھل ۳۷

ہو جہاں کے شعرا کا مرے آگے سرسبز — نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل ۳۸

ہے مجھے فیضِ سخن اس کے ہی مداحی کا — ذات پر جس کے ہے برہن کنہ عز و جل ۳۹

مہر سے جس کے منور ہے یہ دل جوں خورشید — روسیہ کینے سے جس کے رہے مانند زحل ۴۰

بغض جس کا کرے ہے مور سلیماں کو ضعیف — مور کو حب سے ملے جس کے پیلوں کا سا بل ۴۱

جائے وصلت یہ ہے جسکو کہ نہ دے غیر از عرش — فرش گلزار زمیں حق نے سمجھ مستعمل ۴۲

شیر یزداں شہ مرداں علی عالی قدر — وصیِ ختمِ رسل اور امامِ اول ۴۳

خاکِ نعلین کی جس کی مددِ طالع سے — پہونچے اس شخص کو جو شخص ہو اعمائے ازل ۴۴

وہ نظر آئے اسے دہر کی پنہائی سے — رہ گیا اور رہے گا جو ابد تک اوجھل ۴۵

مدح غائب سے کھلے اس کے نہ مداح کا دل — روبرو مطلعِ ثانی سے یہ ہو عقدہ حل ۴۶

۴۷ دید تیرا بدوئی حق سے نگہ کلب ہے خلل — ایک شے دو نظر آتی ہے بچشمِ احول

۴۸ تیری قدرت بجہاں قدرتِ حق کی مظہر — خلق کے وہم غلط کار میں ٹھہرے ہے مثل

۴۹ مرضیِ حق تری مرضی سے ہے جوں جوہرِ فرد — اس یقیں میں نہ گماں کر سکے زنہار خلل

۵۰ علم تیرا نہیں کچھ علمِ خدا سے باہر — ہے عمل بھی وہی تیرا جو خدا کا ہے عمل

۵۱ رائے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ — کرے تاثیر نہ عیسیٰ کا مداوا بہ کسل

۵۲ سرکے پیکان نہ قبضے سے کماں کے گر ہو — ہو اشارہ جو ترا تیرِ قضا کو کہ نہ چل

۵۳ ٹک تری مرضی سے باہر جو کرے کام جہاں — ہاتھ سے کام زمانے کے دو ہیں جائے بچل

۵۴ یعنی جیب علتِ غائی جو نہ ہو تو ان کا — خانۂ ہر دو جہاں پھر ہوں وہ بیت مہمل

۵۵ سایہ میں دستِ کرم کے ترے ہر صبح و مسا — دولتِ ہر دو جہاں سے ہو غنی عبد اقل

۵۶ دین و دنیا کی ہے اشیا سے کہیں وہ اعلیٰ — ہو وے جو شے ترے اشیا میں سبھوں سے اسفل

۵۷ جو گدا ہے بجہاں تیرے گدائے در کا — اُس کی در کا وہ گدا کہئے جسے اہلِ دول

۵۸ ایسی بخشش نہ ہوئی تجھ سے کہ جسکی بیشمار — حد تعداد ہے جتنی نہ ہوئی ہو فیصل

۵۹ وصف تجھ تیغ دوسر کا میں کروں کیا شہِ دیں — دل محبوں کی جو میداں میں گرے ہے صیقل

۶۰ اُس کے قبضہ پہ جو ہو دستِ مبارک تیرا — نہ رہیں دین محمدؐ کے سوا اور ملل

۶۱ کھینچ اُسے گر تو عدو پر کرے میداں میں نہیب — استقامت کا زمانے کے قدم جائے نکل

۶۲ عرض میں سے دو طرف ہو کے لگے بہنے طول — پڑے دریا میں جو وہ تفرقہ انداز و گل

۶۳ جمع کب رہ سکیں اعدا کے حواسِ خمسہ — دیکھ کر اُس کو علم ہاتھ میں تیرے یک پل

توام اجزا جو موالید کے ہیں یکدیگر — منجمد رہنے میں ان کے وہیں آجائے خلل ۶۴

نرم اور سخت مساوی ہے کسو پر آوے — خواہ بر روی اُفرو خواہ وہ بر پشت جبل ۶۵

اُس کو آسیب نہیں صورت شمشیر قضا — نہ جھڑے اور مرے وہ نہ پڑے اسمیں بل ۶۶

زیر راں ہے جو ترے رخش فلک سیر شہا — ہے وہ محبوب جسے کہئے نہایت اچپل ۶۷

شکل کیا اُس کی بتاؤں کہ جسے شوخی نے — دائرہ بیچ تصور کے نہیں پڑنی کل ۶۸

اُسکی سرجوٹی کا میں حسن کہوں کیا جس کے — زلف معشوق کا دیکھے سے نکل جاوے بل ۶۹

زنہ و کام سے باہر ہے کچھ اس کی رفتار — ہے چھلاوے کی طرح چال میں اُسکے چھل بل ۷۰

کہ وہ ہاتھ سے شاطر کے اگر ہو جاوے — پڑ سکے پیچھے نہ اُسکے کوئی جز اُس کے کفل ۷۱

جست و خیز اُس کی بیاں کیجئے گر پیش حکیم — اعتقادات حکیمانہ میں آجائے خلل ۷۲

قائم ہے زمیں کے ذرّہ جو اُو چک جائے عناں — مارے جو روئے زمیں پشت فلک کو وہ کھنڈل ۷۳

سم سے نعل کے اُس کے میں اگر دوں تشبیہ — کرے دوری کو تمام اپنے بیک آن زحل ۷۴

اُس کی جلدی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ — نسبت اُس کی فرس ایسا کہ جیسے کہیے اچل ۷۵

توسنِ وہم کو دوڑائے ساتھ اُس کے تو ہو — بازگشت اُس کا تمام اُس کے بگامِ اول ۷۶

خانہ زیں کب اُس کا ہے کم از بیت اللہ — تجھ سے معنی کی نشست اُسمیں ہو جب روزِ ازل ۷۷

ہیبتِ عدل یہ تیزی ہے کہ ہر دشت میں شیر — واسطے دردِ سر آہو کے گھسے ہے صندل ۷۸

سامنے بز کے یہ کیا دخل کہ نکلے آواز — گرگ کے پوست کو منڈھوا کے بجائیں جو دہل ۷۹

مورِ دِ سنگ ہو شیشہ تو غضب سے کر دے — کوہ کو ہر دو کف دست میں مل کر جز دل ۸۰

۸۱ ذکر و اذکار ترے حفظ کا گر آجاوے — کسی محفل میں بہ تقریب زباں پر یک پل

۸۲ شعلۂ شمع کی گرمی سے یقیں ہے دل پر — شب سے تا صبح قیامت نہ سکے موم پگھل

۸۳ معدلت کیش تری ذات ہے ایسی شاہا — آنچ سے آگ کے ٹک خس میں جو آجائے بل

۸۴ کرۂ نار تجھ آتش سے غضب کے جل کر — چشم لولی کہ فلک کے لئے ہووے کاجل

۸۵ مرغ زرین فلک عہد میں تیرے شاید — بوجھ کر دانہ گیا ہے کسی اختر کو نگل

۸۶ تار تار اُس ہی کے یہ بادل و پر آتے ہیں نظر — باز قدرت نے ترے پنجہ سے ڈالا ہے مسل

۸۷ امر سے نہی کے تیرے جہاں با شنبہ دیں — کام پہنچا ہے مناہی کا بھی یاں تک بدل

۸۸ کہ حیا سے بچمن غنچہ سر اپنا کیا داخل — نسبت شکل صراحی سے اُٹھا دے یک پل

۸۹ جب سے گل بولتے بلبل نے تماری کو سنا — عشق گل تب سے دھویا کرتی ہے دل سے مہمل

۹۰ جوش میں آوے یہ کیا معنی تجم لائے شراب — چشمہ سے میں یہ ڈروں ہو نہ سکے آپ ابل

۹۱ رقص بید خل کچھ اب روی زمیں پر ہی نہیں — پیچھے لولی فلک کے بھی نہ باجے منڈل

۹۲ کیونکہ آواز مغنی ہو گلے سے باہر — شرم سے ساز کے پردوں میں صدا ہے اوجھل

۹۳ امرِ حق سے جو ملائک نے یہ چاہا سو نہیں — علم کا بار ترے کوہ و فلک کو بہ ازل

۹۴ عرض دونوں نے کیا یوں بجناب اقدس — بوجھ اس میں ہے بہت ہم ہیں گرفتار کسل

۹۵ آخرش تجھ کو ہے پایا متحمل اُس کا — جب یہ دیکھا کہ کسی سے نہیں سکتا ہے سنبھل

۹۶ دنشت ارزان میں جو غلماں کو ملے تجھ سے نجات — کچھ ترے وصف سے نسبت نہیں رکھتا یہ عمل

۹۷ کر اسے کہ کے بیاں سمجھوں ثنا کی میں نے — خلق سمجھے گی دماغ اس کا ہوا ہے مختل

جبہ سا کوئی بھی در کا اسد اللہ کی ہے — کلۂ شیر کو روبہ کے نہ سمجھے پشکل ۹۸

مجرم گنہ جو بنرا ہو کرے تیری مدح — سو تو جز علم خدا علم ہے سب کا مہمل ۹۹

وصف تیز یکی ہے شایان زباں تیری ہی — سمجھے تو آپ کوں یا تجکو خداوند اجل ۱۰۰

مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کیا میں اس سے — رتبہ تجھ مدح کا اعلی ہے سخن ہے اسفل ۱۰۱

عرض احوال ہے اپنا ہی مجھے اس سے غرض — تا بآخر جو یہ موزوں میں کیا از اول ۱۰۲

سو تو وہ کیا ہے بیاں ہووے جو تجھ سے مخفی — سادہ لوحی پہ مرے کیجئے یہ نظم حمل ۱۰۳

سب کا احوال ترے پیش ضمیر روشن — ایک ہے دونوں میں کیا ماضی و کیا مستقبل ۱۰۴

پر کروں کیا میں کہ ہے آٹھ پہر دل میرا — گردش چرخ سے جون شیشۂ ساعت بیکل ۱۰۵

نہ تو روزانہ مجھے اس سے خورش کا آرام — نہ میری چشم میں خواب اس سے شبانہ یک پل ۱۰۶

کبھی جاتی نہیں وہ مجھ سے جو اس ظالم نے — جس طرح کے مری اوقات میں ڈالے ہیں خلل ۱۰۷

لا بٹھایا مجھے گھربار چھڑا لشکر میں — پال بے چوب تلے اپنے بغیر از پرنل ۱۰۸

اس ستمگار سے جب زور مرا کچھ نہ چلا — تب میں ناچار کہی شکوہ میں اسکی یہ غزل ۱۰۹

داد کو کس کے فلک پہونچے کہ از روز ازل — صبح کو نکلے ہے خورشید تو لے کر مشعل ۱۱۰

سامنے اُس کے اُٹھے دست تظلم اُس کا — جوہر عقل میں جس شخص کے آجائے خلل ۱۱۱

خود یہ ظالم ہے تظلم یہ کرے کس کے نظر — آسیا کب کرے فریاد پہ دانہ کو بہل ۱۱۲

راست کیشوں سے کجی اتی ہے اس ملعون کو — کر دیا سرو کو اُن نے نہ کبھو پھول نہ پھل ۱۱۳

سات یہ فتنہ ہیں کہتے ہیں جسے ہفت فلک — ایک سے ایک بڑا ایک کے ایک زیر بغل ۱۱۴

١١٥ میں جو دیکھا نہ کہ از نخلِ حیاتِ انسان — برلے آوے عمل اس کا کبھو امید و امل

١١٦ ہے کہیں مہر کہیں کیں جو اسے عالم سے — علم اس کا ہے عجب عقدۂ مالا ینحل

١١٧ اس ستمگر کے تلوّن سے یہ عالم ہرگز — شادی و غم میں نہ دیکھا میں تفاوت اک پل

١١٨ سینہ کوٹے ہے نکلتی ہے وہ دروازے پر — گر کسی گھر میں کوئی جا کے بجاتا ہے دہل

١١٩ حلقہ مارے یہ وہ افعی ہے محیطِ عالم — زہر کا جس کے نہیں ہے کوئی پازہر بدل

١٢٠ فی الحقیقت ہیں یہ سب آبلۂ اختر نہ سمجھ — اس کے اندام پہ مہتاب سے لے تا بہ زحل

١٢١ زہر اپنے کو جو میت سے ترے یا حیدر — آب پیتا ہی گیا ہے بدن اس کا سب پھل

١٢٢ کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولیٰ — تجھ سے یوں عرض کرے ہے یہ ترا عبد اقل

١٢٣ یہ نہ کر مجھ پہ گوارا کہ گزند اس کے سے — ہند کی خاک میں اجزائے بدن جاویں گل

١٢٤ جلد ہو بجا بزمینِ نجف اس عاصی کو — کہ اسے عمرِ ابد ہے وہ جو واں آئے اجل

١٢٥ یاں معاش اپنی نہ سمجھوں ہوں نہ میں اپنی معاد — اخذ و جر میں ہوں بد و نیک سے با مکر و دغل

١٢٦ تجھ سے جز راستی کیا عرض کیا جاتا ہے — علم میرا ہے یہ علم اور عمل ہے یہ عمل

١٢٧ مجھ کو کچھ عذر نہیں اسمیں ترا ہوں میں غلام — خواہ تعذیر کر اب اس پہ مجھے خواہ بہل

١٢٨ مدعا اتنی عرائض کا مرے ہے یہ عرض — سر فرو ہو نہ مرا یاں بدر اہلِ دول

١٢٩ میری قسمت کے موافق تو معیّن کر دے — اپنی سرکار سے واں مایتحلل کا بدل

١٣٠ ہاتھ پھیلائے جا زیرِ فلک کس کے حضور — دست ہمت نظر آتا ہے جہاں کا بہ بغل

١٣١ لیکن اس امر میں ہے حق بطرف خلقت کے — کرکے جب دیدۂ قسمت سے سبھوں کے اوجھل

جوہر جود و کرم تھا جو بزورِ تقسیم — لکھ گیا ہووے ترے نام سے منشی ازل ۱۳۲

طاقتِ طولِ سخن آگے بھی ٹک سودا کے — بخش اے قوتِ بازوے نبیِ مُرسَل ۱۳۳

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پر — نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلامِ اوّل ۱۳۴

برگ پیدا کرے تا باغ میں ہر ایک نہال — پھوٹے تا نامیہ سے شاخِ شجر میں کونپل ۱۳۵

تا ملے خلعتِ نوروز بہ بُستانِ جہاں — پاوے تاثیرِ اعظم شرف از بُرجِ حمل ۱۳۶

خوشۂ روئیدگی خاک سے تا پہونچے بہم — دانہ کو جب تئیں کھینچا کرے خرمن سے نمل ۱۳۷

تا کرے سبزہ بہ رخسارِ گُلِ اندام نمود — تا پڑے سنبلِ پیچیدۂ محبوب میں بل ۱۳۸

تا رہے داغ دلِ سوختۂ عاشق کون — پھولتا لالۂ خودرو رہے جبتک بہ جبل ۱۳۹

بحر میں قطرۂ نیساں سے ہو جب تک گوہر — کڑکے تا وقتِ ترشّح کے ہوا میں بادل ۱۴۰

لبِ معشوق کو تا شہرہ دیں شاعر بہ شفا — چشمِ نرگس کے تئیں تا کریں نسبت بہ کسل ۱۴۱

بوئے گُل مست کرے باغ میں تا بلبل کو — تا کرے بادِ سحر عقدے کو غنچہ کے حل ۱۴۲

موج ہو آب کے تا سرو کے پائیں زنجیر — جب تلک طوق رہے گردنِ قمری کا محل ۱۴۳

تا لبِ جو پہ کرے خیمہ کو استادہ حباب — تا بچھاوے بہ روش سبزۂ فرشِ مخمل ۱۴۴

شاخ کے ہاتھ میں تا ہو بہ چمن ساغرِ گل — گل کے جب تک رہے غنچہ کے صراحی بہ بغل ۱۴۵

تا بہ میخانہ پئیں بادۂ گلگوں مے خوار — ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نے چنگ و دہل ۱۴۶

پھرے تا باغ میں ہر ایک روش پہ سرخوش — راہ چلتے میں قدم مست کا تا جائے پھسل ۱۴۷

مہ کے پرتو سے ہو تا چاک گریبانِ کتاں — گل سے خورشید کے تا عشق رکھے دانۂ تل ۱۴۸

۱۴۹ قدر ہو عود کی تا مجمرِ آتش سے فزوں — لطف بو تا رہے عالم میں بچوب صندل

۱۵۰ تا مسیحؐ رہے یہ نظم بباب الجنّت — جب تلک اس سے بر آوے مری امید و امل

۱۵۱ نخل اُمید سے اپنے ہوں برومند محب — ہو محبت نہ تری جن کو نہ پاوے وہ پھل

---

(۳)

در مناقب حضرت امیر المؤمنین امام المتّقین علی ابن ابی طالب صلواتُ اللہ علیہ

۱ سنگ کو اتنے لئے کرتا ہے پانی آسماں — منہ پہ لاوے آرسی تا عیب روئے مرداں

۲ مستعد اتنا ہے یہ افعی گزندِ خلق پر — پیچ اُس کے چال کا دیکھو تو ہے شکلِ دہاں

۳ خوان پر اس روسیہ کے مت سمجھ تاروں کی نقل — چمکیں ہیں تو دیکھیں خاکستر کے یہ چنگاریاں

۴ ختم اس پر ہو چکی بدخلقی و بدخصلتی — پھر نہ آیا اُسکے گھر اس کا گیا جو میہماں

۵ کام عالم کا بسان جوہی تصویر اُسکے ہاتھ — بند رہتا ہے بہ معنی گو بصورت ہو رواں

۶ کھولتا ہرگز نہیں ہے کار بستہ سے گرہ — تانہ باندھا چاہے محکم کر اُسے یہ بدگماں

۷ تنگیِ اوقات کرتا ہے نصیبِ حُسن و لُطف — غنچۂ گل اس سبب سے زنگ و بو کا ہے مکاں

۸ ناتواں کو دے توانائی اگر اُس کی مدد — خار ہو جاویں دو ہیں زنجیر پائے رہرواں

دیکھ ٹک احوال عنقا کا کہ اس ظالم کے ہاتھ
نام پیدا گر کرے کوئی تو مٹتا ہے نشاں ۹

در پئے رنج و تعب رہتا ہے اہلِ دور کے
دکھ دہندوں کی ہوا خواہی میں دیوے اپنی جاں ۱۰

پابرہنہ دربدر مجکو پھراوے دھوپ میں
خار کے سر پر کرے دامانِ گل کا سایباں ۱۱

میل کھنچے دیدۂ بینا میں یہ باریک عقل
پر کرے کحل الجواہر لیکے سرمہ چشم داں ۱۲

ابر دریا بار کو برساوے دستِ یاس پر
خشک رکھے مزرعِ امید ہر پیر و جواں ۱۳

ہنس کو موتی چگاتا ہے سدا یہ بے تمیز
پوست کھنچے ہے ہما کا دیکے مشتِ استخواں ۱۴

رشتہ کے خاطر کرے سوراخ گوہر کا جگر
بہر سودِ ناکساں اس سے کساں کا ہے زیاں ۱۵

گر اسے منظور ہوتی کی کسی کی پرورش
فائدہ اس کو نہیں کچھ بلکہ ہے نقصانِ جاں ۱۶

چشمِ مطلب ہووے روشن دیکھ کر قصاب کو
فربہی سے بز اگر ہو جاوے مثلِ پہلواں ۱۷

دور میں اس رو سیہ کے اب بجز بخل و حسد
دوستی کا تو نہیں ہرگز کہیں نام و نشاں ۱۸

لوزمہ پر شمع کے دیکھے تو جلتا ہے پتنگ
دشمنی معشوق عاشق تک ہے اتنی درمیاں ۱۹

ہاتھ سے خست سے اسکے جا میں بیش خاص و عام
حال روشن دل کرے اب مطلعِ ثانی بیاں ۲۰

ماہ کے خاطر مقرر وقتِ شب ہے ایک نان
پھر جو یہ چاہے سدا ساری وہ ہووے سو کہاں ۲۱

ایک لبِ ناں کے لئے حیران ہوتے شہر شہر
شکلِ ماہِ نو پڑے پھرتے ہیں عالی ہمتاں ۲۲

کیا کروں اس کی طبیعت کے تلون کو میں نقل
کیا کروں نیرنگیِ گردش کا اب اسکے بیاں ۲۳

آن میں اوجِ حسب کو پہنچے مجہول النسب
خاکِ ذلت پہ گرے پل میں فلاں ابن الفلاں ۲۴

چتر ہوتا کاسۂ فقر اکثر آیا ہے نظر
بارہا تختہ پہ دیکھا صاحبِ تختِ رواں ۲۵

۲۶ تا کجا کہئے غرض اس سفلۂ دوں کے مزاج | یک تیرہ پر نہیں گا ہے چنیں گاہے چناں

۲۷ بس جو ایسا ہو سن اے دل تو نہ کیجے اسکا ذکر | آشنا کر اب غزلخوانی سے تو اپنی زباں

۲۸ گر شمیم زلف کا تیرے چمن میں ہو بیاں | نکہتِ گل سے پریشاں ہو دماغِ بلبلاں

۲۹ طوطیِ تصویر اُس کی روبرو کرتی ہے نطق | محو جو دیدار کا تیرے ہوا آئینہ ساں

۳۰ مشربِ عشاق پر تنہا نہیں ہے دست برد | ناز نے تیرے کیا پامال زہدِ زاہداں

۳۱ عشوہ کرتا ہے ترا جو کچھ جہاں کے سر پہ آب | چاہیے ہو تربیت اُس سے جفائے آسماں

۳۲ جس سے پوچھو ہوں تو کیوں نالاں ہے سو کہتا ہے | ہاتھ سے ان کافروں کے نام جنکا ہے بتاں

۳۳ دل مرا دکھیا رہا ہے کاسۂ چینی کی طرح | سو برابر ٹھیس لگتی ہے تو کرتا ہوں فغاں

۳۴ ناز معشوقاں جو دیکھو جو کرے دوں سے زیادہ | ہے عجیب احوال دنیا میں کوئی جاوے کہاں

۳۵ منھ کرو جیدھر کو تو ہوتی ہے آفت روبرو | جس طرف جاؤں تو ہے درپے بلائے ناگہاں

۳۶ اب کہیں عالم میں اے سودا نظر آتا نہیں | جز پناہ اس آستاں کے موضعِ امن و اماں

۳۷ جس کا پایہ قدر ایسا ہے کہ دیکھے ہیں جسے | تھام کر دستار اپنی عرش کے باشندگاں

۳۸ کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھے ہے قدر و منزلت | دیدۂ تحقیق میں یہ عرش کا پایہ کہاں

۳۹ سطح پر اُسکے ملک پھرتے ہیں باذوقِ تمام | صحن میں کرتا ہے روح القدس مجاکے واں

۴۰ اُس کے قندیل و چراغ آگے یہ خورشید و فلک | جوں چراغِ مضطرب یک قمقمہ کے درمیاں

۴۱ شعلۂ کوہِ طور سے کیا کم ہے اس روضہ کی شمع | دونوں آپسمیں ہیں گویا خلقتِ یک دودماں

۴۲ عالمِ لاہوت ہوا اُس کی نگہ کا سیرگاہ | دیویں جس اعمیٰ کو گرد اُسکے سے کر کے سرمہ داں

ہے عنایات و کرم کا مبدعِ عالم میں وہ
دستِ فیضِ جود اُسکے سقف کا ہے نردباں ۴۳

ملتجی اُس در پہ ہر یک صبح محتاج و غنی
ملتمس ہر شام درباں سے گدا و خسرواں ۴۴

کیا بتاؤں میں جو کچھ اس کی کتابہ کو شرف
جس کو سمجھے وہم رشکِ سرنوشتِ مرسلاں ۴۵

کھولے یک ناخن سے وہ کارِ دو عالم کی گرہ
معجزہ محراب سے اس در کے ہوتا ہے عیاں ۴۶

ایک دن پوچھا مرے دل نے یہ پیرِ عقل سے
کس مکیں سے یہ شرف رکھتا ہے کہہ تو وہ مکاں ۴۷

یہ کہا سُن کر معاذاللہ اے ناداں خموش
کیوں کٹایا چاہتا ہے خلق سے میری زباں ۴۸

مطلق اس معانی سے آگاہی نہیں میرے تئیں
مجھ پہ اس تحقیق پر مت رکھ یقیں بلکہ گماں ۴۹

واقفِ اسرار اُس کا کون چھٹ اسرارِ حق
راز کا اس کے نہیں جز رازِ حق کے رازداں ۵۰

لیکن اتنا تجھ سے کہتا ہوں اگر ہے تجھ کو ہوش
سُن کے یہ کہہ لے اسی سے اپنی خاطر تو عیاں ۵۱

کعبہ کو بُت خانہ سے ہرگز نہ کرتا کوئی فرق
گر نہ ہوتا اُس کا واں پائے تولد درمیاں ۵۲

یہ سخن نکلا زباں سے جو ہیں پیرِ عقل کے
سُنتے ہی اس حرف کے دل نے کہا اس سے کہ ہاں ۵۳

بس یداللہ بیشک و لاریب بازوئے نبی
قوتِ ہر یک ضعیف و طاقتِ ہر ناتواں ۵۴

گوہرِ بحرِ حقیقت لعلِ کانِ معرفت
نورِ مہرِ لامکاں چشم و چراغِ قدسیاں ۵۵

اُسکے شمعِ رائے سے روشن ہو جس جاگہ چراغ
عقل گل گرد اُسکے بالِ افشاں پھرے پروانہ ساں ۵۶

اُس کے چشمِ فہم کے آگے سدا اپنے تئیں
ہے دو عالم میں جو کچھ مخفی سو رکھتا ہے عیاں ۵۷

گر حقیقت کے چلے پردے کی سمت اُسکی نگاہ
نکلے ہے اودھر سے استقبال کو رازِ نہاں ۵۸

یار جیب کرتے ہیں بخشش اُسکے سائل کے لئے
اس قدر ہوتا ہے تب طولِ قطارِ بختیاں ۵۹

۶۰ قصد جانے کا کیا چاہے اگر اس طول کے / اس سرے سے اُس سرے تک پیکِ وہم مرداں

۶۱ اسقدر ماندہ ہو پہنچے اُس کے گر عنبر عنبر / تا ابد چاہے کہ اُدھر سے پھرے طاقت کہاں

۶۲ لا چکی ہووے عمل میں وہ منہیاتِ خلق / حکم اُس کا بازگشت اُسکے پہ گر ہووے رواں

۶۳ کان کے پردے تلک پہنچی ہوئی صوتِ غنا / پھر کے اُدھر سے چلی سوئے دہانِ مطرباں

۶۴ کھینچ کر اپنی شرابیں سے شرابِ خورد کو / دانۂ انگور کے شیشے میں کر دیں میکشاں

۶۵ اُسکے حفظِ عدل میں ہے کس توانا کی مجال / دیکھ سکتا ہو حقارت سے جو سوئے ناتواں

۶۶ بند و بست ایسا ہی عالم میں کہ تارِ عنکبوت / کر گدن کے واسطے رکھتا ہے حکمِ ریسماں

۶۷ اس قدر رکھتی ہے صولت اُسکی شمشیرِ دو سر / گر صفِ اعدا میں جا کر کیجئے اس کا بیاں

۶۸ ڈال دیں رہ دیں تن اس ہنگام میداں میں سپر / سو سے باریک اپنی گردن کو بتا دیں سرکشاں

۶۹ کب ہو جلادِ فلک میں اُس گھڑی یارائے نطق / اُس کو لاگے چاٹنے لکنت کرے منھ میں زباں

۷۰ اُنگلیاں اُڑ جاویں دم بھر اُسکے دستِ وہم کی / آبداری اُس کی گر کیجئے قیاسا امتحاں

۷۱ کس میں یہ قدرت جو کوئی منہ پہ اُسکے آسکے / آشنا ہووے گر اُس کے عکس سے آبِ رواں

۷۲ دھار پانی کی وہ ہیں پلیٹے زمیں کے قعر کو / کاٹ کر اُدھر کو نکلے پردۂ نہ آسماں

۷۳ صورِ اسرافیل سے کچھ کم نہیں اسکا نیام / نکلے وہ اس میں سے تو شورِ قیامت ہو عیاں

۷۴ جتنی ہے جمعیتِ افلاک ہووے منتشر / تاب کیا باہم رہیں اجزائے ارضی تواماں

۷۵ کیا بتاؤں جس قدر اسکی برش کا ہے صفا / کیا کروں میں زورِ بازوئے اپنے مولا کا بیاں

۷۶ روزِ میداں سامنے آوے گر اس تن کا عدو / کوئی نہ گردوں سا جسکے سر کا ہووے استخواں

جب کمر سے کھینچکر مارے وہ اُس کے فرق پر
ہووے سر سے ناخنِ پا تک نہ ٹھہرے درمیاں ۷۷

ہے غرض جوہر تو یہ اُس کا جو کچھ تم نے سنا
شکل و نام اُس کا بتاؤں کیا تمھیں اے دوستاں ۷۸

ہے دو انگشت قضائے مبرم اعدا کے لئے
ذوالفقار اُس کے تئیں کہتے ہیں لیکن مردماں ۷۹

اُس کے توسن کا جو پوچھا خامہ سے وصف جمال
پڑھ کے یہ مطلع کہا معذور ہوں اے مہرباں ۸۰

حسن و لطف آشفتگی کا جسکے کانوں کا بیاں
باغ میں سوسن نہیں کر سکتی باچندیں زباں ۸۱

دیں خراج آنکھوں کو جسکے چشم خوبانِ عرب
باج دیویں بال دم کو زلف و جعدِ مہوشاں ۸۲

اُس کے پٹھے کو سمجھ کر قہقہہ کہتی ہے خلق
کیا یہ چرتا ہے بجائے کاہ کشتِ زعفراں ۸۳

خوش کمر اتنا کہ جوں پیوستہ ابرو میں ہو خال
جائے زیں ہے یہ گریبان و کفل کے درمیاں ۸۴

خوش بدن از بس کہ ہے جوں اخترِ چرخِ کبود
جلد کے نیچے سے ہر قطرہ لہو کا ہے عیاں ۸۵

نقشِ سُم جب دشت پر اُسکے ہو جست و خیز کا
دیں غزالانِ حرم تک نعلبندی کے آ کے واں ۸۶

گرم ہووے وہ پری پیکر تو اُسکا حسن و لطف
دیکھے سو جانے پسینے سے کسکے ہو خاطر نشاں ۸۷

ہر گل رنگ حنا پر یوں عرق دے ہے بہار
لالہ زار اوپر ہو شبنم جس طرح گوہر فشاں ۸۸

ہے چلاوے میں یہ اُس گلگوں کے دم داری کا لطف
جوں پون بہنے سے لہراتا ہو سرو بوستاں ۸۹

جب قدم رکھتا ہے وہ محبوب تب ہر گام پر
صدقے کرتے ہیں خرامِ ناز اپنا دلبراں ۹۰

ٹک ادچکن جا دے عناں اسمیں جو جانِ زین سے
اس طرح اُڑ جائے جوں چہرے سے رنگِ عاشقاں ۹۱

گر صف اعدا پہ سیدھا ہو تو جوں تیر تفنگ
ڈانٹیے اُسکو تو پہونچے پیش از آواز واں ۹۲

پر غلط ہے یہ کوئی اُسکو ڈھٹاوے کس جگہ
صفحۂ روئے زمیں کا اِس قدر عرصہ کہاں ۹۳

۹۴ ہوا گر یہ شرق میں اور سامنے ہو اُسکے غرب — ٹک سے را کب کہے اتنا ہی منہ سے بسکہ ہاں

۹۵ پہونچنے یا دے بولے ہاں جو منھ سے تا بلب — پہونچے ہے یہ یادِ پیمایا نسے واں اور واں سے یاں

۹۶ پس جو ایسا ہو تو کر سکتا ہے کوئی اُسکا وصف — خرد رود اُس کی ثنا میں کیا کہے میری زباں

۹۷ سُن چکا سوداؔ زباں سے میرے اُس مرکب کا وصف — اُس کے راکب کے ثنا و مدح اور تیرا دہاں

۹۸ ہے کروڑوں کوس شعر و شاعری سے اسکی مدح — دیکھیو کرتا ہے اب زورِ طبیعت امتحاں

۹۹ مرتبہ ہے جس جگہ اُس کا خیالِ عقل کُل — پہونچنے کا قصد واں رکھے تو ڈھونڈھے نردباں

۱۰۰ وہ جنابِ عالی ایسا ہے کہ جس کی مدح میں — ہو سکے آدم کی خلقت سے کوئی رطب اللساں

۱۰۱ اِنَّمَا کی آیہ نازل ہونے سے پیدا ہے یہ — مدح میں اُس کے ہے خلّاقِ زمین و آسماں

۱۰۲ یہ سخن سُن کر کہا میں نے کہ یاں تک لے قلم — دور عقل و ہوش سے میرے تئیں مت کر گماں

۱۰۳ ہی یہ میرا ہی خیال یدھر کہ میں کرتا ہوں مدح — مور سے ہیہات کب وصفِ سلیماں ہو بیاں

۱۰۴ ہی غرض اس نظم سے اتنی کہ تا کچھ کیجئے — عرض اپنے حال کا نزدِ شہِ ہر دو جہاں

۱۰۵ یا ولی اللہ ہے مجھ پر تیقن گرچہ یہ — ہی وہ کیا مخفی جہاں میں جو نہیں تجھ پر عیاں

۱۰۶ لیکن از بس جورِ گردوں نے کیا ہی مجھ کو تنگ — مضطرب ہو کر میں اپنا حال کرتا ہوں بیاں

۱۰۷ آفتِ نو گر بہم پہونچے کسی کے واسطے — بھیجتا ہی اُس کو یہ مجھ پر برائے امتحاں

۱۰۸ خانۂ چشمِ خلائق سے اُٹھا کر خواب کو — ہیں جہاں طالع یہ میرے اُس گھر میں دیتا ہی مکاں

۱۰۹ ہر کسی کے بھیجے ہے اوجِ سعادت کے لئے — مژدہ دینے کو ہما کو میرے مشتِ استخواں

۱۱۰ گلشنِ اُمید سے لے کر نسیمِ صبح دم — دے چراغِ بخت کو میرے ہمیشہ ارمغاں

گوش زد میرے نہ کی اُن نے کبھو آواز خوش
جب سے میں نے آکے دیکھا ہے جہاں کا گلستاں ۱۱۱

بانگ چغد دشت کر دنیا ہے اُس کا انقلاب
شمع تک پہونچے اگر میری نوائے بلبلاں ۱۱۲

کب تلک بے امتیازی کیجئے اس ملعون کا ذکر
تاکجا اُس کے جفا و جور سے کیجئے بیاں ۱۱۳

ڈالتا ہوں جس طرف بنیاد اپنے گھر کی میں
اُس طرف کرتا ہے یہ میلِ خرابی کو رواں ۱۱۴

گرچہ ہوں بے خانماں اُسکی عداوت سے ولے
خوش ہوں میں نہ رنج در کا ہے نہ فکر پاسباں ۱۱۵

پر مجھے ہے دغدغہ اتنا کہ یہ عالم کہیں
سرزمینِ ہند کو سونپے نہ میرے استخواں ۱۱۶

اے شہِ دنیا و دیں تجھ سے ہے میرا اک سوال
مطلعِ پنجم سے ہے اس نظم میں جس کا بیاں ۱۱۷

تجھ ہم سے نفع کو پہونچے زمین و آسماں
مہر و مہ لیں سیم و زر اور لعل و گوہر بحر و کاں ۱۱۸

کچھ عنایات و کرم ہے اپنے مجکو بھی دلا
لیکن اس داد و ستد کی شرط ہے یہ درمیاں ۱۱۹

خواہشِ دل کے موافق اپنے جو چاہوں سو لوں
ورنہ جو ہمت ہے تیری کیا کروں اُسکا بیاں ۱۲۰

مانگے جو زیرہ کا دانہ یا دے وہ کرمان کا ملک
چاہے جو طوطی کا پر اُس کو ملے ہندوستاں ۱۲۱

ایسی بخشش کی کہیں عہدے سے بر آتا ہوں میں
تیری ہمت کے موافق لوں تو میں رکھوں کہاں ۱۲۲

ہاں مگر یوں ہو کہ تیرا پنجۂ معجز طراز
ایک مٹھی بیچ کر دیوے مجھے دونوں جہاں ۱۲۳

اور بعد از مرگ ہو یا شاہِ دیں مشت عبیر
واسطے جیب و کفن کے تیری خاکِ آستاں ۱۲۴

پر مرا مطلب تو یہ کچھ ہے کہ تیرے در سوا
سر فرو لاؤں نہ میں پیشِ در نواب و خاں ۱۲۵

اس سوا اور کیا تمنا ہے کروں میں جسکو عرض
چیز کیا ہے مایۂ دنیا بہ پیشِ عاقلاں ۱۲۶

کر تو سودا اب قصیدہ کو دعائیہ پہ ختم
گو خطاب اس کو دیا ہے تونے بحرِ بیکراں ۱۲۷

۱۲۸ تا کہ ہیئت کو زمانے کی ہے یا مولا قرار — منجمد جیب تنگ ہے اجزائے زمین و آسماں

۱۲۹ دوستوں کو تیرے نت اوجِ سعادت ہو نصیب — خاک ذلت میں رہیں یکساں ہمیشہ دشمناں

---

(۴)

قصیدہ در منقبت گل گلزار انما نور دیدۂ رسولِ خدا سرور سینۂ علی مرتضیٰ ابا عبداللہ الحسین صلوات اللہ علیہ

۱ سوائے خاک کھینچوں گا منتِ دستار — کہ سرنوشت لکھی ہے میری بخطِ غبار

۲ چمن زمانہ کا شبنم سے بھی رہے محروم — اگر نہ روئے مرے روزگار پر شبِ تار

۳ کروں ہوں تیز میں دندانِ اشتہا ہر صبح — زمانہ سنگِ ملامت سے توڑتا ہے نہار

۴ عجب نہیں ہے کہ جاتی رہی ہو دنیا سے — زبس خوشی نے میرے دل سے اب کیا ہے کنار

۵ شراب خونِ جگر ہے مجھے گزک دل ریش — صدائے نالۂ دل ہے مجھے ترانۂ یار

۶ رہی نہ شیشۂ صحبت کے بیچ کیفیت — نت اوٹھ کے سنگ سے اس کا توڑتا ہی خمار

۷ زمانہ دل کو مرے اور عہدِ یار کو اب — شکستہ سے نہیں دیتا ہے ایک آن قرار

۸ زبسکہ دل ہے مکدر میرا زمانہ سے — بجائے اشک میں آنکھوں سے پونچھتا ہوں غبار

۹ کہاں تلک وہ کرے روزگار کا شکوہ — کہ جس کے بخت کی سوگند کھائے ہے ادبار

دلا تو اپنے غم دل کو اب غنیمت جان
بدل خوشی سے اسے دور میں نہ کر زنہار ١٠

کسو ہی سے غم دل یوں نہ لے گیا دورا ل
کہ شادی مرگ کیا ہو نہ اُس کو آخر کار ١١

جو گوش ہوش تو رکھتا ہے تو برابر ہے
صدائے نغمۂ داؤد نالۂ دل زار ١٢

تو سادہ لوحی سے اے دل جہاں کے کج فہم
کرے ہے راستی اپنی سحر ہر زباں گفتار ١٣

ہیں حرف حق کو سُنا ہے زبانی منصور
کہ راست گو کہ زمانہ میں کھینچتے ہیں دار ١٤

عجب نہیں ہے کہ ابلیس اس سبب مخفی
کہ ہو جیے گا عبث مردم جہاں سے دوچار ١٥

شب گذشتہ ہٹ درد سے میں تھا بیتاب
گذر گیا چمن فکر کی طرف ناچار ١٦

سُنی میں ایک غزل بلبل طبیعت سے
کہ لخت دل گرے آنکھوں سے اب ہزار ہزار ١٧

نہ پوچھ مجھ سے کدھر ہے خزاں کہاں ہے بہار
کہ بلبل قفسی کو ہے گل سے کیا سروکار ١٨

عجب نہیں ہے کہ باد سموم ہو جاوے
نسیم گر کرے یکدم مرے چمن سے گذار ١٩

نہیں ہے شادی بےغم چمن میں دنیا کے
کہ گل ہنسے ہے گریبان پیرہن کو پھاڑ ٢٠

کہاں بہار کہاں ساقی اور کہاں ہے شراب
کہاں مغنّی و مطرب کدھر ہے ناخن و تار ٢١

فلک کے ہاتھ سے اتنی بھی دار ہے رہے
کہ خوب روئیے دل کھول کر پکار پکار ٢٢

شکستگی سے مجھے دل کے یوں ہوا معلوم
فلک نے گوشۂ خاطر کو بھی کیا مسمار ٢٣

پڑا پھرے ہے اسی فکر میں سدا ظالم
کسو طرح سے کسو دل کو دیجیے آزار ٢٤

رکھے ہے مجھ سے خصوصاً عداوت قلبی
خیال خام کو یوں دیکھے اپنے دل میں قرار ٢٥

کہ خاک کر کے اسے ہند میں بٹھاؤں گا
چراغ بتکدہ و خشت خانۂ خمار ٢٦

٢٧ کدھر خیال کو اب لے گیا ہے یہ بے مغز — زبس بھرا ہے سر اُس کا ہوائے کج رفتار

٢٨ دکھاؤں گا اسے اب مردیوں کریں ہیں عزم — مشیّتِ ازلی کبھی جو ہووے ہم سے بہار

٢٩ تو رو سیاہ گر اس ہند کا کوئی دن میں — اُسی دیار کی گلیوں کا ہو جیے گا غبار

٣٠ جہاں کی خاک کو ہے یہ شرف عجب کیا ہے — کہ فخرِ عرش ہی گر ہووے اُس کے قرب و جوار

٣١ جہاں کے مرگ کو کہتا ہے خضر عمرِ ابد — خدا نصیب کرے مجھ کو زندگی یک بار

٣٢ جو کچھ کہ مجھ سے سُنے صدق سے تو باور کر — محمدی سے فرنگی ہو جو کرے انکار

٣٣ خدا نخواستہ گر آسماں کی گردش سے — قضا طبیب ہوئی گر مسیح ہو بیمار

٣٤ فلک سے اُس کو ملائک کے آگے واں ہو دیں — جب اُس دیار کے جاروب کش سے منت وار

٣٥ اگر وہ خاک دے اُس کو شفا کی نیت سے — قضا قضا ہی کرے ٹک اگر کرے تکرار

٣٦ ہے اس قدر وہ زمیں نور سے ہے مالامال — کہ جس کی رات کے آگے نہیں ہے دن کو قرار

٣٧ اسی ہی غم سے جہاں میں ظہور کرتی ہے صبح — ہمیشہ پنجۂ خورشید سے گریباں تار

٣٨ ہوا کے وصف میں اُس جا کے گر لکھوں میں غزل
مرا سخن رہے سر سبز تا بروزِ شمار

٣٩ زبس ہوا کو تراوت نے واں کیا ہے نثار — شرار سنگ میں ہے رشکِ دانۂ انار

٤٠ گر اُس طرف کبھی ہو جاوے صبا چمن کی طرف — نہ ہو سوائے زمرد و عقیق واں زنہار

٤١ جو نخلِ خشک کی تصویر کھینچے واں نقاش — ہر ایک شاخ وہیں سبز ہو کے لاوے بار

٤٢ عجب نہیں ہے کہ ہوں اس ہوا سے دانۂ سبز — اگر زمیں پہ گرے ٹوٹ سبحہ و زنار

غرض میں کہوں کیا یار و چمن میں قدرت کے
عجب ہے لطف کی اُس قطعۂ زمیں پہ بہار ۴۳

یقین دل کو اگر ساکنانِ جنّت ہے
جو کوئی سیر کرے اُس دیار کا گلزار ۴۴

زبس تماشے سے آنکھوں کو واں نہو سیری
پلک کو موندنا نرگس کی طرح ہو دشوار ۴۵

اُنھوں کی نظروں میں ہوگی بہشت کی کیا قدر
جنھیں ہے مسکن و ماوی کے واسطے وہ دیار ۴۶

بہشت عرض کریں یہ جناب اقدس میں
عجب نہیں کہ اسی شرم سے بروزِ شمار ۴۷

جو کربلا کے ہیں ساکن اُنھوں کو ہو امر
سوائے عرش نہ کیجے کسی طرف کو گذار ۴۸

تری تو ذات پہ روشن ہے جُزو و کُل کا خیال
بھلا ہے پردے ہی میں رکھئے جنّتوں کا وقار ۴۹

غرضکہ دیکھ کر اس جا کے مرتبے کے تئیں
لگا زمین سے کرنے فلک یہ استفسار ۵۰

خبر دے اسکی مجھے اے زمین کہ تجھ میں سے
ہوا ہے کس لئے اُس خاک کو یہ عزّ و وقار ۵۱

دیا جواب زمیں نے کہ اے فلک ہیہات
نہ تجھ مجھ سے تناسب اسے تو دیگر بار ۵۲

نہیں ہے خاک وہ ہے آبروئے آبحیات
نہیں وہ خاک ہے کحل الجواہر الابصار ۵۳

اگر نہ چشمِ کواکب کو پہونچے اُس میں سے
نہ کر سکے شبِ تاریک بیچ تو رفتار ۵۴

مجھے ہے نسبت اب اُس خاک سے کہاں جسمیں
ابو تراب کے فرزند نے کیا ہو قرار ۵۵

امام مشرق و مغرب شہِ زمین و زمن
رموز دانِ خداوند لجۂ اسرار ۵۶

زہے امام کہ جز خاک در سے یہ جس کے
قبول ہو نہ کبھو سجدۂ نماز گذار ۵۷

اگر نہ ہو قلمِ صنع ہاتھ میں اس کے
تو لوح دفترِ قدرت میں فرد ہو بیکار ۵۸

مہندسانِ قضا اپنے ہندسوں سے اگر
سوائے مشورت اُس کے جسے لکھیں یکبار ۵۹

٦٠ عجب نہیں ہے کہ نکلے نہ تا دمِ محشر — زبان خامہ سے کچھ لفظ غیر استغفار

٦١ خدا نخواستہ دیوے چہار عنصر میں — گر اُس کی رائے بدلنا طبیعتوں کا قرار

٦٢ ابھی فنا کرے منفذ ہوا کا ذرّۂ خاک — نچھوڑے پانی کا قطرہ جہاں میں ایک شرار

٦٣ گر اُس کا حکم اُٹھا دے جہاں سے رشتۂ کفر — مجال کیا جو سلیمانی میں رہے زنار

٦٤ یقین تو جان کہ میزان عدل میں اُسکے — ہوا ہے دانۂ خردل برابر کہسار

٦٥ اُسی کے عدل میں ہے یہ کہ چیونٹے کے حضور — مجال کیا ہے کہ دم مارے اژدر خونخوار

٦٦ شکوہ خیمہ کا اُس کے بیاں کروں لیکن — کہاں خیال کو ہے پہونچنے کا واں اک بار

٦٧ کہ جس کی دیکھ کے رفعت فلک ہی چکر میں — اُسی کے بوجھ سے ہے صفحۂ زمین کو قرار

٦٨ نہیں ستارہ ہیں یہ بلک لوٹتا ہے گا — اسی حسد سے انگاروں پہ چرخِ لیل و نہار

٦٩ کرے ہے عرش اُسے اپنی جبہہ پر صندل — گر اُس کے فرش کا جاروب سے اُٹھے ہے غبار

٧٠ کمیت خامہ نے اب اُسکے وصف گلگوں میں — کیا ہے صفحۂ کاغذ کو تختۂ گلزار

٧١ چمن میں صنع کے جس کے سبک روی آگے — کبھو نہ ایک قدم چل سکی نسیم بہار

٧٢ غرض وہ گرم عناں ہو کے جب چلتا ہی — نہیں پہونچتی ہی برق اُسکے گرد کو زنہار

٧٣ بیان جلدی کا اُس کے کہاں تلک میں کروں — ملک کو جس کے سواری کا عزم ہو دشوار

٧٤ چڑھا براق کے راکب نے دوش پر اپنے — سکھائی جسکو سواری دہی ہوا اسپہ سوار

٧٥ امیدوار ہوں غیبت سے اب بلا مجھکو — حضور یا خلف الصدق حیدر کرار

٧٦ کہے ہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ — عدم میں کفر سدا یاد کر تری تلوار

مقابلہ سے کماں کے ترے عدو تیرا — کبھو نہ بچ سکے روزِ نبرد کرکے قرار ۷۷

جہاں نہ پہونچے ہے تیرے خیال کا پیکاں — کرے ہے واں سے گذر تیرے تیر کا سوفار ۷۸

ترے دیار کے چیونٹے کے زور سے شاہا — کہاں زباں کو ہے طاقت جو کیجیے گفتار ۷۹

امورِ سلطنت اُس کے بغیر مرضی کے — جو ہو دیں لاکھ سلیماں نہ کر سکیں زنہار ۸۰

نمط حباب کے قالب تہی کریں دریا — گریں جو آن یہ ترے آتشِ غضب سے شرار ۸۱

بیان حلم کا تیرے میں کیا کروں ہیہات — تو ہے گواہ جو کچھ تجھ پہ ہو چکا ہموار ۸۲

کریں ہیں نہ ورق آسمان کوتاہی — شہا اگر تری بخشش کا کیجیے طومار ۸۳

بھرا ز بس شکم حرص جود نے تیرے — نہیں اب اُس کے تئیں درد امتلا سے قرار ۸۴

گہر نہ ہوں جو ترے ابرِ فیض کے آگے — کرے نہ گر عرقِ انفعال ابرِ بہار ۸۵

نگاہ فیض تری کیمیا اثر اتنی — اگر وہ ہو کرۂ خاک کی طرف یک بار ۸۶

نہ نکلے کان سے فولاد تا ابد ہرگز — عجب نہیں ہے بغیر از طلائے دست افشار ۸۷

شہا ہمیشہ ترے بندگانِ عالی کے — جناب میں یہی سودا رکھے ہے عرضِ چہار ۸۸

چہار عرض سے اب عرض اولیں یہ ہے — کہ ہند بیچ پریشاں نہ ہو یہ مشتِ غبار ۸۹

صفِ نعال میں اپنے بلا کے دے جاگہ — کہ نورِ معرفت اُس کے تئیں ہو شمعِ قرار ۹۰

سوائے خاک در اپنے سے اُسکو یا مولا — دویم ہے یہ تو کسی در سے اب دے سروکار ۹۰

سیوم اگرچہ سراپا ہے جوہرِ ذاتی — دلے ہمیشہ تہی دست ہے ز رنگِ چنار ۹۱

چہارم آنکہ ہمہ دوستان بہر دو جہاں — قبول ہو دیں بحق ائمۂ اطہار ۹۲

۹۳ رہے فلک پہ مہ و مہر جب تلک قایم — ہمیشہ دیکھے اسی طرح چشم لیل و نہار

۹۴ موالیاں کے قدم سے لگا رہے اقبال — جدا نہ ہو سرِ اعدا سے چنگلِ ادبار

---

(۵)

قصیدہ در مدح قرۃ العین رسول زمان حضرت امام ضامن علی موسیٰ رضا شاہ خراسانؑ

۱ اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکرِ روزی کا — تو آب و دانہ کو لے کر گہر نہ ہو پیدا

۲ نہیں میں طالبِ رزق آسمان سے کہ مجھے — یقین ہے کاسۂ واژوں میں کچھ نہیں ہوتا

۳ نکل وطن سے ہے غربت میں زورِ کیفیت — کہ آبِ بخت ہے جب تاک ہی تاک میں صہبا

۴ ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہیں کہ نہیں — چنار کو تہی دستی سے نقص جوہر کا

۵ بلند ہمت اگر ہوں نہ زیرِ چرخ ضعیف — ہلالِ عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا

۶ فتادگی میں یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش — کہ نیک و بد نے کیا نقشِ پا کو راہ نما

۷ نہ ہو سکیں میرے اشکوں کی سدِ رہ مژگاں — پکڑ نہ رکھ سکے خاشاک دامنِ دریا

۸ ہوا ہوں بزمِ جہاں میں ہلاکِ غیرتِ شمع — کہ زیرِ تیغ سرِ عجز اُن نے خم نہ کیا

۹ نکوئی جو کرے دنیا میں ہو وے وہ پامال — بسانِ جادہ کسی کو تو راہِ راست بتا

بنے گی زینتِ دنیا سے نحس شکل تری — لباس زر کو پہن کر نہ ہو تو بوم طلا ۱۰

کلام شیریں پہ مت جا تو اہل دنیا کے — بنام زہر ہلاہل بھی ہووے ہے میٹھا ۱۱

کشندہ تر ہے مجھے مرض سے عیادت غیر — بھلی ہے اُن سے تو بالیں پہ صورت دنیا ۱۲

خفا کرے ہے دل اپنا میں بیٹھنا مل کر — ولے میں کیا کروں ہے تنگ عرصۂ دنیا ۱۳

جہاں کے باغ میں جوں شاخ بے ثمر میں نے — کسی کی دوستی سے نفع جز ضرر نہ لیا ۱۴

کیا عزیز بہت جن نے دیکھ کر مجھ کو — اُٹھا کے تیغ ستم کے تلے اسی نے دیا ۱۵

جنوں میں کب بر اُمید نخل دہر تلے — نہ نوش کیا مری ہمّت نے قد خم نہ کیا ۱۶

جفائے دہر کرے سنگدل کو نازک دل — بنے ہے شیشہ جہاں میں گداز ہو خارا ۱۷

مرے سخن کی مرے بعد زیادہ ہووے قدر — گہر یتیم جو ہووے تو ہو فزود بہا ۱۸

نہیں ہے کام مجھے شعر و شاعری سے ولے — خرد نے مجکو نصائح سے بارہا یہ کہا ۱۹

زباں پہ لا سخنِ خوب تر نہ رکھ دل میں — کہ اُس گہر کی نہیں قدر جو صدف میں رہا ۲۰

برنگ عکس سبکسار بحر دنیا میں — تو رہ کہ موجِ حوادث نہ ڈبوے تجکو بہا ۲۱

کسی کی دل شکنی سے جو خوش کرے دل کو — وہ کون لوگ ہیں کیسے ہیں کیا ہیں مجکو بتا ۲۲

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل مرادو ہیں — جو خار چبھ کے مرے پاؤں میں ذرا ٹوٹا ۲۳

ولے شکست یہی اس فقیر کو بھاوے — قدح طمع کا اگر توڑے سنگ استغنا ۲۴

ضرر کی اپنے مکافات نفع گردوں سے — طلب نہ کر کہ نہ ہو ایک بام پر دو ہوا ۲۵

چمن میں دہر کے خوش ہوکے جو ہنسا دو ہیں — برنگ گل اُسے گردوں نے تنا دی مرگ کیا ۲۶

۲۷ رکھی فلک نے مرے سر پہ منّتِ دستار جو زخمِ سنگ بلا کے سبب یہ سر باندھا

۲۸ غرض میں دیکھ کے یہ تنگ چشمی گردوں شبِ گذشتہ اسی فکر بیچ مرتا تھا

۲۹ کدھر کو جاؤں میں تا دل کرے مرا واشد دو ہیں خیال میں قدسی کا یہ سخن گذرا

۳۰ دمے بہ بزمِ حریفاں شگفتہ شو چوں قد کہ جاں برائے تو دارد در آستیں مینا

۳۱ یہ سُن کے مژدۂ جاں بخش میکدہ کی طرف چلا میں گھر سے نپٹ خوش ہو یہ غزل پڑھتا

مَطلع

۳۲ نہ سنگ پا ہے یہ دل اے خدا نہیں جفا بتاں کریں ہیں اسی پائمال کیوں اتنا

۳۳ شکست وعدۂ ساقی سے دل ہوا اتنا چُور کہ جائے اشک نکلتے ہیں ریزۂ مینا

۳۴ جو دردِ دل کے مزے سے ہو آشنا بیدرد عجب کہ ہر بُنِ مو پر نہ دل کرے پیدا

۳۵ بجائے سُرمہ کروں میل گرم میں اس میں نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا چکھا

۳۶ گرہ میں غنچہ صفت زر کرے دنی گو جمع دلے سخی ہے اُڑا دیں گے اس کو مثلِ صبا

۳۷ کرے نہ چاک گریبان صبح پنجۂ مہر جو شورِ عشق نہ ہووے بعالمِ بالا

۳۸ تصور اب کسی زلفوں کا چشم و اشک کرے عجیب ہے لطف کہ جوں موج کشتیِ دریا

۳۹ ہے سخت تنگ زمانے سے دل میں حیراں ہوں کہ مہر سنگدلاں کیونکہ یاں گئی ہے سما

۴۰ گدازِ عشق ہوں اتنا کہ چند قطرۂ اشک نمط ہے شمع کے ہر بند استخواں میرا

۴۱ غرضکہ میکدہ آیا شعف سے اتنے میں بتاں کی چشم میں جوں آئے نشۂ صہبا

دلے نگاہ جو کرتا ہوں میکدہ کی طرف
گئے حواس مرے مجھ سے دیکھتا ہوں کیا ۴۲

کہ مست چاک گریبان و چشم جام آب
ہے آہ و نالہ میں نے گریہ در گلو مینا ۴۳

یہ حال دیکھ کے واں کا خرد سے پوچھا میں
جگہ طرب کی میں آیا ہوں یا کہ جائے عزا ۴۴

دیا جواب خرد نے مجھے کہ اے ناداں
خوشی ہے دہر میں یہ غم سے پوچھتا ہے کیا ۴۵

نہیں ہے امن کہیں زیر آسماں ہرگز
بجز زمین خراساں کہ ہو وہ عرش آسا ۴۶

رہے زمین کہ شاداب اس قدر جس میں
ہمیشہ سبز ہے کشتِ اُمید شاہ و گدا ۴۷

شرف یہ کیوں نہ دے اُس سرزمیں کو ربِ کریم
تو غور کر کہ قدم درمیان ہے کس کا ۴۸

رضائے جس کی وہی ہے جو کچھ رضائے حق
رضائے حق بھی وہی ہو جو کچھ ہو اسکی رضا ۴۹

جدی ہو موج بھی پلنے سے جوہر آئینہ سے
اگر خلاف ہو معمول کے جو حکم اُس کا ۵۰

عجب نہ کر تو اسی دو طبیب سر و علن
کرے ہے جب مرض الموت کی کسی کے دوا ۵۱

شفا کو برطرف اس طرح سے کرے نہ اجل
اجل کو برطرف اس طرح سے کرے ہے شفا ۵۲

جو طشت شمع نہ ہو اُس کے روضہ میں جا کر
تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے کم ہوتا ۵۳

رہے وہ گنبد زریں کہ جسکا ہے یہ شکوہ
فلک نے دیکھ جسے دل میں پیچ کھا کے کھا ۵۴

کہ کہنہ جان کے مجھ کو جناب اقدس نے
بنا کیا ہے سرِ نو سے آسمانِ طلا ۵۵

شعاعِ نور سے خورشید جس کے قبہ کی
پلک جھپکنے سے یک ذرہ بھی نہیں ہٹتا ۵۶

زبس کیا ہے مرصع اُسے جواہر سے
ہے کان لعل سے خالی گہر سے ہے دریا ۵۷

اگر نہ ہووے یہ کمیاب واں کے مصرف سے
نہ پاوے لعل یہ قیمت نہ دُر کو ہو یہ بہا ۵۸

٥٩ جبین آئینہ مہر و مہ و نہ ہو روشن — غُبارِ دَر سے یہ اُس کے اگر نہ پاوے جلا

٦٠ ہر ایک حلقۂ زنجیر سقف میں اُس کے — عجب ہی لطف سے ہر قمقمے کو نصب کیا

٦١ بیان میں کیا کروں اس لطف کے تئیں جیسے — پھنسا ہو زلف میں محبوب کے دل عاشق کا

٦٢ بسان دیدۂ پُر آب عاشقان جاری — ہی اُسکے صحن میں ایک حوض فخر کوثر کا

٦٣ دکھاؤں کس کو میں اس گنبدِ طلا کا عکس — کہ جس طوق ہی پانی میں اُس کے جلوہ نما

٦٤ ہوا ہے دل کو یقیں یہ کہ حوض کوثر میں — کرے ہے آن کے گردوں سے آفتاب شنا

٦٥ رہے وہ حوض سے خجالت سے جسکے چشمۂ خضر — ہمیشہ پردۂ ظلمات میں رہے ہے چھپا

٦٦ دلا طویل نہ کر مدح غائبانہ کو — نیاز لکھے یہ مطلع حضور میں تو آ

مطلع

٦٧ ثنا کروں میں تری ہر دجہ قلم آسا — جو سر کٹے تو گریباں سے کر زباں پیدا

٦٨ نہ ہوں ثنا میں جو تیری زمیں کے آسودے — تو سبزہ شکل زباں ہو نہ خاک سے اولٹا

٦٩ کہاں زباں کو ہے طاقت اگر بیاں کیجے — ترے دیار کے چیونٹی کا حد استغنا

٧٠ وہ اپنے مردمکِ چشم کے برابر کب — خیال ملک سلیماں کو گر کرے شاہا

٧١ جو کچھ لکھا نہ ہو تقدیر میں اگر اُسکے — جو کوئی در پہ ترے آکے مانگتا ہی دُعا

٧٢ نہ دل سے حرف زباں تک پہونچنے پاتا ہی — کہ ہو چکے ہے وہ مطلب قبول یا مولا

٧٣ تجھ ابرِ فیض سے قطرہ اگر زمیں پہ گرے — بجائے دانہ زراعت سے ہو گُہر پیدا

گدائے در کا ترے نقش پا ہی جس جاگہ — کرے ہے اوج سعادت کو واں سے فرض سما ۷۴

چراغ راہ خضر میں اگرچہ پاشۂ دیں — نہ ہووے نور کبھو تیرے شمع بینش کا ۷۵

کہاں سے پردۂ ظلمات بیچ جا کر خضر — شراب عمر ابد سے یہ زندگی پاتا ۷۶

گئی بنائے تعدی جہاں سے اب ایسے — بتاں کے ناز و ادا میں رہا نہ ظلم و جفا ۷۷

سوائے عشق ترے عہد میں تعدی سے — کٹا وہ ہاتھ کسی جیب تک اگر پہنچا ۷۸

شہا سحر کا گریبان چاک کرتے وقت — اسی ہی خوف سے کانپے ہے دست مہر سدا ۷۹

ہے جس جگہ میں ترا حفظ ناتوانوں پر — ہٹے ہے دیکھ کے خاشاک اس جگہ دریا ۸۰

زبسکہ عہد میں تیرے ہے رسم دادرسی — جرس کی بھی کوئی فریاد سن نہیں سکتا ۸۱

بہشت ہے ترے بستان مہر کا یک گل — سقر شرار ہے تیرے غضب کے آتش کا ۸۲

سموم قہر ترے بر و بحر پر جو چلے — پگھل کے آب ہوں کہسار خشک ہو دریا ۸۳

زبسکہ خوف ہے اسباب منع کے دل میں — شہا اس عہد میں تیرے غضب کے صولت کا ۸۴

شراب پنبۂ مینا سے چاہتی ہے نمک — صدائے رفتہ سے کہتی ہے نے کہ آ چھپ جا ۸۵

تری کمان کے آگے حریف روز نبرد — کہاں سے لائے یہ طاقت جو ہو سکے سیدھا ۸۶

کہ جس کے تیر کے ہیبت سے آسماں نے کبھو — بغیر خم کئے پشت اپنی سر اٹھا نہ چلا ۸۷

کہ آسماں کو اٹھا کر سپر کرے منھ پر — ق ترے عدو میں یہ قوت ہے میں نے فرض کیا ۸۸

جو روز رزم کے قابل ترے کمان کے ہو — صفائے شست ترا اس کو دیجیے دکھلا ۸۹

کہ جس صفا سے نگہ یار نکلے شیشہ سے — اسی صفا سے نکل جائے تیر بھی تیرا ۹۰

۹۱ شہا عجب ہی وہ شمشیر جس کی صولت سے — ترے عدو کو ہزیمت سے شوق ہے اتنا

۹۲ گر اُس کے بعد مصور جو کھینچے اُسکی شبیہ — تو روح اُسکی پکارے کہ پہلے پانوٗں بنا

۹۳ ترے سمند کے میدان میں نقش پا جو پڑے — کرے وہ خون میں اعدا کے روز رزم شنا

۹۴ شرار قطرۂ خوں ہوں ٹپک پڑیں دو ہیں — ملے جو کوہ کو گر پنجۂ غضب تیرا

۹۵ ہی عرض حال غرض مجکو ورنہ مدح تری — بجائے ہر بُنِ مو ہو زبان نہ ہووے ادا

۹۶ نہیں ہوں گرچہ کسی لایق ولے ہی شرم تجھے — کہ دو جہان میں حامی رکھوں میں تجھ سا

۹۷ کیا ہے دہر نے عرصہ کو مجھ پہ اتنا تنگ — کہ جاں بلب ہوں ولے جی نہیں نکل سکتا

۹۸ نہ اتنی کی رگ و پے نے کسو کی تن میں جگہ — جو گھر کرے ہے مرے تن کے بیچ تیر بلا

۹۹ ہیں آنکھیں رخنۂ دیوار سیل اشکوں سے — غبارِ غم مرے چہرہ پہ اس قدر چھایا

۱۰۰ یہ عرض حال ہے سودا کا جو سُنا تو نے
تری رضا ہو جو کچھ آگے یا امام رضا

———— • ✻ • ————

(۶)
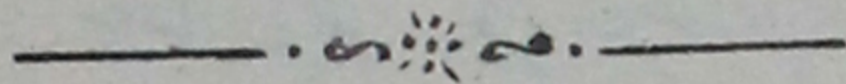
قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک عماد الدولہ مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر

کہے ہے کاتبِ دوراں سے منشیِ تقدیر	سمجھ کے دفترِ قسمت کیا کر اب تحریر	۱
بہ روز و شب تو بنائے گا تا کجا اس طرح	کہ جام مہر میں آتش دے مہ کو کاسۂ شیر	۲
گمان و عہد نہ کر اب تو بحرِ دنیا سے	گہر نکالے تو عریاں حباب پہنے حریر	۳
رہائی اس میں ہے تیری کہ کاغذِ سابق	درست کر لے عطارد کو کر کے اپنا مشیر	۴
وہ سلطنت کہ نمونہ جیسے خدائی کا	کہیں ہیں شرق سے تا غرب ہر صغیر و کبیر	۵
سنا نہیں ہے کہ غازیِ دیں عماد الملک	جو میر بخشی تھا واں کا سو اب ہوا ہے وزیر	۶
اگر طلب کرے کاغذ وہ تجھ سے اے ناداں	تو کر سکے گا بھلا اس وقت اُس کی کچھ تدبیر	۷
دیا جواب یہ اُن نے کہ میرے کاغذ میں	حضور اُس کی کسی وجہ کی جو ہو تقصیر	۸
یقیں ہے خامۂ دستِ کرم سے اُسکے مجھے	سوائے عفو مرے حق میں کچھ نہ ہو تحریر	۹
مری خطا بھی ہے کچھ چیز اُس کی ہمت پاس	ہر ایک لحظہ جو بخشا کرے ہے گنج خطیر	۱۰
گہر فشاں رہے سدا دستِ فیض کا اُسکے	تگرگ بار نہ ہو جس کے ابر عشر عشیر	۱۱

۱۲ غنی ہوا ہے یہ اُس کے کرم سے ہر محتاج	کہ فرق ہو نہیں سکتا بہم امیر و فقیر
۱۳ تمیز کیا کہوں اجرائے کار کی اُس کے	کہ جس کے رمز کو پہونچے نہ آسماں کا دبیر
۱۴ دوام زلفِ بتاں سے اُسے کرے تنخواہ	جو مانگے فرقۂ عشاق سے کوئی جاگیر
۱۵ بیاں میں کیا کروں اسکی شجاعت اب جس کو	یہ کہتے ہیں صفِ مرداں میں کیا جوان کیا پیر
۱۶ عجب نہیں ہے کہ آفتاب ہی کرے مہر تیغ	اگر وہ چرخ پہ چڑھتے سُنے تری شمشیر
۱۷ برش کی اُس کے جو دہشت نہ ہو زمانے کو	تو ہووے رنگ نہ اُس کا ہر ایک دم تغییر
۱۸ جہاں کے باغ میں نقاش تیرے گلگوں کے	جو چاہیں شکل بناویں تو کیا کریں تدبیر
۱۹ کہا مصور بادِ بہار نے جس کو	اگر قیاس میں ٹھہرے تو کھینچیے تصویر
۲۰ نہ دوں گا اُس کو میں تشبیہ برق و آتش سحر	ترے حضور کروں جست و خیز کی تقریر
۲۱ نہیں ہے مرکزِ خاکی پہ اُس کے جلدی کا	بجز طبیعتِ معشوق کچھ عدیل و خطیر
۲۲ رکھا کرے ہے سدا اُس کے گرد جو لانگا	دماغ آہوئے تاتار پر ز بوئے عبیر
۲۳ ترے رکاب کے بوسے کی آرزو تھی دلے	نہ آیا اپنے تئیں ماہ نو سمجھ کے حقیر
۲۴ ثنا میں صفحۂ کاغذ پہ تیرے ہاتھی کی	قلم کو ہاتھ میں لے کیا بیاں کروں تحریر
۲۵ صفِ عدو کے لئے رزم میں ہے روزِ سیاہ	ہے شمع بزمِ محبان کے واسطے شبِ قیر
۲۶ بجا ہے گر کہوں اُس کو اندھیری دن کی سما	چو ہے ہے مستی سے اس طرح جوں سحاب مطیر
۲۷ تمکان پاک صدا اُسکی جو سُنے سو کہے	سیاہ خیمۂ لیلیٰ میں قیس بے زنجیر
۲۸ برہمن اُس کو تو گنیش دیوتا بولے	کہیں ہیں شیخ ہوا کعبہ رواں تعمیر

غرض ہے بات علی قدر فہم انسان کے — چنانچہ مجھ سے جو پوچھو یوں کروں تقریر ۲۹

زمیں کی چھاتی کو دابا ہے ایسا ہی نے — زبانِ خلق اُسے کچھ کیا کرے تعبیر ۳۰

مآل یہ ہی اس گفتگو سے ہے سب کا — جہاں تک اُس کے ہیں مداح یہ صغیر و کبیر ۳۱

کہ جس دن اُس پہ عماری تو باندھ کر ہو سوار — تو گویا برج حمل میں ہے آفتاب منیر ۳۲

بیاں میں کیا کروں سامان تیرے لشکر کا — کرے ہے کوچ کسی سمت جب وہ جمع کثیر ۳۳

گماں میں خلق کے آتا ہے دیکھ کر یہ نگاہ — زمیں پہ ابر یہ چھایا ہے یا چلی ہے بہیر ۳۴

ستم جہاں سے ترا عدل یوں کرے معدوم — کہ جیسے خاصہ تریاق زہر کی تاثیر ۳۵

یہ پرورش ہے جہاں کی تری عدالت سے — کہ شیر کا بچہ ہو گوسپند ہی ہمشیر ۳۶

جو کھینچے یاد میں تجھ خلق کے چمن نقاش — تو بو مشام میں عالم کے دے گل تصویر ۳۷

نہیب قہر ترا ہو جو بحر و بر اوپر — جگر نہنگ کا تیرے ہو آب زہرہ شیر ۳۸

وہ کنہ کون سی ہے پردہ عدم کے بیچ — کہ تیرا مدرکہ اُس کا ہوا ہو وے مشیر ۳۹

مدبری کی تری کیا ثنا کرے کوئی — کہ جس کے حق میں یہ مطلع ہوئی مثل مہر منیر ۴۰

مطلع

نہیں ہے معجزہ عیسیٰ سے کم تری تدبیر — کیا ہے زندہ سر نو سے جن نے عالمگیر ۴۱

رواج دین نبیؐ کا یہ عہد میں تیرے — کہ شکل انس پہ عائد ہوئے ہے اب تکفیر ۴۲

شکست دے ہے بتوں کو جو سومنات کے بیچ — صدا نکلتی جرس سے ہی کرے ہے وہ تکبیر ۴۳

٤٤ اگرچہ فتح دکن بیچ جا کے اکبر نے　　لیا ہے بھاگ نگر اور قلعۂ آسیر

٤٥ عزیمت اسم کو تیرے اگر پڑھے کوئی　　کرے وہ ہند میں بیٹھا ستاروں کو تسخیر

٤٦ جو تیری ذات سے ہر نیک بد نے اپنا کام　　کیا درست سو اسکو میں کیا کروں تقریر

٤٧ کہ جیسے اہل مذاہب نے جلد قرآں سے　　لکھی ہر ایک نے اپنے طریق پہ تفسیر

٤٨ غرض نہ خلق ہو دنیا میں آدمی تجھ سا　　کریں جو خاک کو آدم کے لاکھ بار خمیر

٤٩ پس اس طرح کے بشر کی کوئی ثنا مجھ سا　　اگر کرے تو وہ ہوتا ہے واجب التعذیر

٥٠ اگرچہ میں یہ قصیدہ کہا تو ہے لیکن　　تری ثنا کی مصنف ہو یہ زباں تقصیر

٥١ کرے ہے عرض یہ سودا ہمیشہ عالم کا　　رہے تو کار کشائے امیر ابن امیر

٥٢ گرہ جو کام میں اعدا کے تیری ہو اس میں
پڑے ہزار گرہ شکل دانۂ انجیر
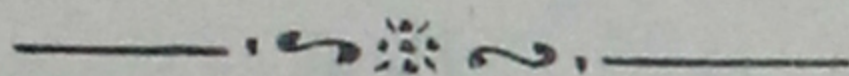
(۷)

قصیدہ در مدح نواب سیف الدولہ احمد علی خاں بہادر پسر سید صلابت خاں

برجِ حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار — کھینچے ہے اب خزاں پہ صفِ لشکرِ بہار ۱

کہتے ہیں یوں زبانی پیکِ صبا پہ حکم — پہونچے حضور سے طرف باغِ روزگار ۲

مرکب جو شاخسار کے ہیں اُن پہ اب شتاب — پہونچے سوار ہو کے جوانانِ برگ و بار ۳

ہیں بخشی و وزیر جو مرّیخ و ماہتاب — ان کو یہ امر ہے کہ امیرانِ نامدار ۴

منہ کھول دو خزائنِ گل اشرفی کے تئیں — پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار ۵

چہرہ لکھا کے سرخ نگہداشت اب کرو — تعداد پوچھتے ہو تو بیحد و بیشمار ۶

کردو یہ حکم پیرِ فلک کو کہ اے دبیر — ہووے محرروں کا تغافل اگر شعار ۷

اہلِ قلم جو دفترِ بخشی گری کے ہیں — اُن سے کہیں برائے تقید یہ باربار ۸

گلگون لالہ گر کہیں بیداغ رہ گیا — چیریں گے پیٹ ہر متصدی کا غنچہ وار ۹

لینا ہے کام مجکو جوانانِ باغ سے — بھر بھر سپر گلوں کے تنکیں دو زرِ عیار ۱۰

ابلاغ خانساماں کو دے تو اس امر کا — تا یہ کہے بُلا کے وہ اپنے بھی پیشکار ۱۱

١٢ معمول سے زیادہ مقید ہوں ابکی سال — جس طرح چاہیے کریں اس فوج کا سنگار

١٣ بس اہل کار لالۂ خودرو سے یہ کہیں — رنگیں شتاب مستکِ فیلانِ کوہسار

١٤ دگلے ہزار رنگ کے پہنادیں ابر کو — موجِ ہوا تلک ہو زرہ پوش ابکی بار

١٥ تقسیم کردیں فرقۂ غنچوں میں جل نہیں — دین دو پنے رسالۂ گل ہو امیدوار

١٦ کہدیں کہ چار نہر سے گلشن کے صحن باغ — چار آئینہ کو سج کے رہیں مستعد کار

١٧ بارود گولی پیر مغاں میکدہ کے بیچ — رکھیں نہ اب سوائے کمر کیسہ زینہار

١٨ بندوقیں بدلے شیشوں کے بھر بھر کے غنچے — اگر شتاب صحن چمن میں کریں نہار

١٩ جلتے ہیں نے نواز جہاں بیچ اب کریں — پیشہ وہ کرنا ئے بجانے کا اختیار

٢٠ باور اگر نہیں تو اسے آن دیکھ لو
پایا ہے امر مطلع ترے نے اشتہار

٢١ ترکش لگا کے دینے کو تقسیمِ بہار — گلگوں پہ اپنے ترک ہزارا ہوا سوار

٢٢ لازم ہے تجکو پی کے شرابِ طرب کا جام — گر مرد ہے تو سیر گلستاں کر ابکی بار

٢٣ یک گز زمیں نہیں کہ جہاں آپ تسپرے — کرتا نہ ہووے کھینچ کے شمشیر آبدار

٢٤ غصے سے گر کٹے مرتے ہیں یہ کہ موج — گرداب ڈھال رو کے ہی مارے ہے جب کٹار

٢٥ بن خود ایکدم نہیں رہتا سرِ حباب — ڈالے رہے ہے منہ پہ جھلم سنگ آبشار

٢٦ اندام جوئبار پر آب عکس تاک سے — بکتر سجا ہی دیکھوں ہوں کیا بیل کیا نہار

٢٧ جاتا ہے نیستاں کے جو روئیدگی پہ ہم — ہوتا ہے اس یقین کا دل میں ہی گذار

نکلیں ہیں باندھ باندھ کمر ہو کے مستعد　　لیکر پھریرے بانوں کے سر پر سے نامدار ۲۸

رنجک ہے بہر مشق اوڑایا کرے ہے فرق　　گولے ہی ڈھالتا ہے سحاب تگرگ بار ۲۹

آواز توپ در مہکلہ د رعد روز و شب　　کرتے ہیں یہ سپہر ہی جا اُس طرف گذار ۳۰

گر پارچہ بھی ابر سیہ کا ہوا میں ہے　　گجنال کی طرح سے چنگھاڑے ہے بار بار ۳۱

تھا جس قدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہ صدا　　سن کر زمیں سے چونک اُٹھا ہو کے بیقرار ۳۲

آسودگان خواب عدم بھی ہے عنقریب　　اُٹھ کر کہ خاکداں سے کریں حشر آشکار ۳۳

کرتے ہیں طائرانِ چمن اب یہ زمزمہ　　یارب یہ ابکی سال قیامت ہے یا بہار ۳۴

طاؤس نام وہ جو ہیں اس فوج کے نقیب　　کرتے ہیں یہ صدا کہ جوان لالہ زار ۳۵

باہم سے دستہ جدی ہو کھڑے رہو　　جلدی سے باندھ کر کمر کینہ استوار ۳۶

میدان صاف کرتی ہے جاروب باد تند　　تا وقت کار دامن گل سے نہ اُلجھے خار ۳۷

صد برگ جعفری و گل اشرفی نے اب　　کیسری باتی کرکے یہ باہم کیا قرار ۳۸

سنمکھ صف قشون خزان آوی جس گھڑی　　ہو کر اُتارے کیجئے میداں میں کارزار ۳۹

استاد ہے جہان علف سبز خاک پر　　بانی کی جس طرف کو زمیں پہ چلے ہے دھار ۴۰

بھالا ہے اور برچھی ہے بلم ہے اور سیل　　خنجر ہے اور تیغ ہے دستہ ہے اور کنار ۴۱

ہر آن میں ترانۂ بلبل کے واسطے　　ہے اندنوں یہ شعر تجلی کا رو بکار ۴۲

از سایہ ہائے بید مولہ بہر طرف　　دارد زمیں کمان سیہ تو ز در کنار ۴۳

ترکِ صبا کہے ہے مرا تیر باز گشت　　ہو پشت پر حریف تو نکلے جگر سے پار ۴۴

۴۵ خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایک دم — مانگے ہے برگ بید سے خنجر کو ہر چنار

۴۶ دامن کو باندھ باندھ ہوئے مستعد سرو — قمری ہر ایک کہتی ہے یوں نعرہ مار مار

۴۷ ایسا نہ ہو کہ طعن کریں ہم کو بلبلاں — لڑیو قدم کو گاڑ کے یاران طرحدار

۴۸ نرگس کو باوجود ہے بیماری شدید — تسخیر چمن میں آن کے وہ ناتوان زار

۴۹ للکارتی ہے یہ کہ دو بہیاں ہو جو کوئی — ٹالی تو باری آن کے میرے عصا کا وار

۵۰ کمرکھ کے ہر درخت سے یوں سنگترہ کا نخل — کہتا ہے گرچہ ہاتھ میں شیشہ ہے تیرے یار

۵۱ لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے — کتنوں کا سر میں توڑ دونگا پتھر ہی مار مار

۵۲ گولوں کے ہر درخت کو غصہ نے اندنوں — کچھ آگ سی لگاوے ہے کیجو تم اعتبار

۵۳ دل میں غرض ہر ایک کے ہیں کیا بیاں کروں — پایا ہے آتش غضب دیکھیں نے یہ قرار

۵۴ نکلیں بجائے دانہ شرر کچھ عجب نہیں — دیجے اگر انار کو پنجہ میں لے فشار

۵۵ القصہ آج پیک صبا سے میں صبحدم — پوچھا کہ سن تو کس لئے خاور کا تاجدار

۵۶ قتل خزاں پہ مستعد اتنا کہ جس سے لئے — کی جمع فوج قاہرہ اتنی کہ بے شمار

۵۷ ایسا تو اس سے آج تک کچھ نہیں ہوا — یاں امر سلطنت کا نرالا ہے اختیار

۵۸ یہ سن کے دیکھ دیکھ مرے منہ کو یوں کہا — سنتا ہے اے عزیز تو کافر یا دیندار

۵۹ دین نبی میں ہے تو ابھی باندھ کر کمر — گلدستہ کی طرح سے تو ہوجا شریک کار

۶۰ اب جرم کو خزاں کی تو پوچھے تو بینش خلق — بعد از یزید کے ہے خزاں ہی گناہگار

۶۱ ٹک چشم منصفی سے تو اعمال اُسکے دیکھ — کس کے لئے وہ گلشن دولت ہوا بدو چار

نانا کو جس کے پوچھو تو راکب براق کا — دادا جو دیکھو مشرق و مغرب کا شہسوار ۶۲

بدخواہ دولت ایسی کا ہووے جو کوئی شخص — اس پہ نہ صف کشی کرے خاور کا تاجدار ۶۳

آخر وہ اس گھرانے کا بندہ ہے زرخرید — پس کیوں نہ وہ کرے جسے اتنا ہو اقتدار ۶۴

ایسا یہ خاندان ہے کہ نہ پشت سے فلک — کرتا ہے جس جگہ کی غلامی کا افتخار ۶۵

رکھے جہاں کے داغ غلامی جبین ماہ — ماہی کے دل میں جس کی اطاعت کا خارخار ۶۶

اثبات تجھ پہ جرم نہیں اس کا اب تلک — اپنی تو اعتقاد ہے اتنی گناہگار ۶۷

یکبار لعن گر کرے طوطی یزید پر — بے اختیار ہو کے کرے اس پہ صد ہزار ۶۸

لیکن یہ دیکھیو کوئی دن کو بقرب کفش — گلشن سے اسکے کھینچ نکالے ہیں کر کے خوار ۶۹

سن کر غرض یہ پیک صبا سے میں یوں کہا — ہے کون ٹک بتا تو مجھے وہ بزرگوار ۷۰

کہنے لگا کہ تجھ سے تعجب ہے یہ سخن — اتنا تو ہو کے عاقل و دانا و ہوشیار ۷۱

یہ رمز اب تلک نہیں سمجھا ہزار حیف — ہے یہ وہ جس کے خوان کرم کا نوریزہ خوار ۷۲

یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جسکی تیغ — کرتی رہی سراسر اعدا پہ کارزار ۷۳

جب میں سنا زبان صبا سے یہ نام پاک — دو ہیں پڑھا یہ مطلع رنگین و آبدار ۷۴

دلوے نہ تیرے نام سے گلشن میں گر بہار — پھولوں کو آب و رنگ کا لینا ہو ناگوار ۷۵

تیری سخا کے یاد سوا خاک پر نہال — بتلاوے باغباں تو ثمر دے نہ شاخسار ۷۶

ناخن بغیر غنچوں کے گانٹھیں نہ کھل سکیں — تیری سخا جو بادِ سحر کی نہ ہووے یار ۷۷

میخانۂ جہاں میں کرم سے ترے نہیں — کوئی شکستہ حال بجز توبہ و خمار ۷۸

۷۹ برسا ترا سحاب کرم یاں تئیں کہ اب — ہوتا ہے رنگ آتشِ یاقوت آبدار

۸۰ جو کچھ کہا ہیں اس کو خوشامد نہ بوجھیو — یاں ارث ہے شجاع و سخی ہونیکا شعار

۸۱ دادا ترے کا دستِ کرم کیا بیاں کروں — سائل کو نان حلووں کی اونٹوں کی دی قطار

۸۲ رکھیو اب آگے مطلعِ تازہ پہ گوشِ جان — خورشید کی ثنا کوئی کرتا ہے ذرہ وار

مطلع

۸۳ موجِ گہر سپہر سے اودھر کرے گذار — گر اپنی ابرِ فیض سے اتنا کہے بیار

۸۴ اور اُس کے پوچھتے ہو شجاعت یہ سن رکھو — اژدر کے جیسے جبڑے کہ جب تھا یہ شیر خوار

۸۵ یکدم جو اُس کی تیغ کی برشِ زراہِ سہو — دل میں اگر خیال کرے اپنے کوہسار

۸۶ اجزائے منجمد ہیں جمادات کے یہ سب — پا جاویں جوں حواسِ جہاں پل میں انتشار

۸۷ جس تو دے پر کہ تیرِ قضا کارگر نہ ہو — خاکی کو اپنے اُس میں سے پھوڑے ہے وہ دوبار

۸۸ تیری ہی تیغ و تیر کی دہشت ہو یاں تلک — تا وحش و طیر نے کی سلح پوشی اختیار

۸۹ دراج کون سا ہے کہ پہنے نہیں زرہ — ہر ایک کبر گون کے بدن پر سپر ہیں چار

۹۰ ارجن کہے کمان تری دیکھ بھیم سے — اپنے تئیں تو کھینچتا ہے اُسکا سخت کار

۹۱ جس سمت رخ کریں گے تو میدان سے وسیع — گر زندگی عزیز ہے بھیا تو کر فرار

۹۲ رو کش نہ اسکے آگے پس و پیش ہو کھڑا — لے شرق تا بغرب اگر باندھ کر قطار

۹۳ سوفار تیری بولی کہ سینہ پہ اگلی سے — پیکاں کو لے کے جاؤں میں بھلے کی پشتِ یار

دل میں مرے یقین ہے کہ میداں میں جس گھڑی
للکارے تو یلوں کے تئیں کھینچ کر کٹار ۹۴

گو بر کمر سے اس آن میں رستم کو گاؤ سر
بیت الخلا کو یاد کرے سام بار بار ۹۵

مرٹنے کا جو بہمن و برزو دغا کے روز
ہو جائیں تیرے سامنے آسیمیں کر قرار ۹۶

پتلا زیادہ پانی سے ہو کر ترے حضور
ڈالے ہر ایک اپنی سپر کو حباب دار ۹۷

ہو جسم سے علیحدہ یا دے سر عدو
نیزے پہ تیرے کر چمن رزم میں قرار ۹۸

قمری ہر ایک بول اٹھی یوں کہ اے جمال
لایا ہے کس کے یمن قدم سے یہ سرو بار ۹۹

یوں ہر عدو کے سینے میں اسکو پرو دے تو
جوں سیخ میں کباب کے تکون کو بادہ خوار ۱۰۰

وصف سپر تو کیا کروں اسکا ہر ایک پھول
ہو جاوے روز رزم عدو کے گلے کا ہار ۱۰۱

گلگوں ترے کی وصف میں کیا کیا بیاں کروں
گرد اسکے کھینچے جب گل رنگ حنا حصار ۱۰۲

اس حصر میں کرے ہے وہ اس طرح شوخیاں
تڑپے ہے جوں نسیم چمن میں ہو بیقرار ۱۰۳

راتوں میں یہ سبک جو پھرے سطح آب پر
ٹوٹے حباب سم تلے آ کر نہ زینہار ۱۰۴

مشرق کی سرزمین سے مغرب کی سمت کو
اس برق وش کو پھینک دے گر ہو کے تو سوار ۱۰۵

اس عرصے میں پھر آوے کہ شاید نہ بجھنے پاوے
گر پھینکنے میں نعل سے اسکے جھڑے شرار ۱۰۶

رہوں میں پیٹروں کا عدو کے ترے غلام
میداں کے روز تجھ سے جو ہو جاوے وہ دوچار ۱۰۷

پٹے اسے تو اس پہ تو جاوے وہ یوں رہے
اڑ جائے باد تند کے آگے سے جوں غبار ۱۰۸

تبہ کی تیرے جاہ کی میں کیا بیاں کروں
جس کے تئیں نہ وہم فلک کر سکے حصار ۱۰۹

وتانہ رنگ اطلس گردوں جو مانتی
خیمہ کے استروں کا ترے تھا یہ جامہ وار ۱۱۰

۱۱۱ شہتیر کہکشاں کے تئیں بھی برائے چوب
دو کرتے چیر کر تو نہ بنتی وہ استوار

۱۱۲ تھی مہر و مہ بھی خوب ہی کچھ بادریبہ کو
پر مندرس ہیں برسوں کے اتنے کہ بیشمار

۱۱۳ لیکن مگر خطوط شعاعی کو اُس میں سی
ٹوائیے طنابیں سو کتنا یہ پود و تار

۱۱۴ سرکار عالم فلکی میں تو کچھ نہیں
میخوں کے واسطے ہیں زمیں پہ یہ کوہسار

۱۱۵ قالی کا اُس کے فرش کا اتنا ہے عرض و طول
صد فصل گل نہ ہو سکیں جس کے نمونہ دار

۱۱۶ جتنا ہے سطح روئے زمیں اُس پہ گر اُسے
جس فصل میں بچھاؤ تو ہے موسم بہار

۱۱۷ جس آن تو قدم رکھے اُس پر برائے جشن
کھلجائے دیکھتے ہی تجھے چشم روزگار

۱۱۸ اور ہووے گا بھی یونہی تو خاطر کو جمع رکھ
صدقہ سے پنجتن کے بتائید کردگار

۱۱۹ سودا کرے ہے عرض کہ تیرے خزانہ سے
بھر بھر سپر ہی لینا ہے مجھکو زر عیار

۱۲۰ بالفعل اس قصیدے کا مانگے ہے یہ صلا
اُس کے تئیں خطاب ہو رزمیہ بہار

۱۲۱ کیسے ہیں دوستوں کے ترے شکل ماہ و مہر
ہو سیم و زر ہر آن میں کیا لیل کیا نہار

۱۲۲ ہاتھی کے ساتھ ساتھ یہ کہتا چلے عدو
مفلس ہوں کچھ دلا مجھے نواب نامدار

(۸)

قصیدہ در ہجو اسپ المسمّٰی بہ تضحیک روزگار

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دست عناں کا بیک قرار ۱

جن کے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے
ہر گز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار ۲

اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانہ کے ہاتھ سے
موچی سی کفش پا کو گھٹاتے ہیں وہ ادھار ۳

تنہا وہی نہ دہر سے عالم خراب ہے
خسّت سے اکثروں نے اُٹھایا ہے ننگ و عار ۴

ہیں گے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں
پاوے مزاج اُن کا کوئی نام لے نہار ۵

نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ سے
گھوڑا رکھیں ہیں ایک سو اتنا خراب و خوار ۶

نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار نہ سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیر خوار ۷

ناطاقتی کا اُس کے کہاں تک کروں بیاں
فاقوں کا اُس کے اب میں کہاں تک کروں شمار ۸

مانند نقش نعل زمیں سے بجز فنا
ہر گز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایکبار ۹

اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہے اُسکا حال
کرتا ہے راکب اُس کا جو بازار میں گذار ۱۰

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد
امیدوار ہم بھی ہیں یوں کہتے ہیں چمار ۱۱

جس دن سے اس تھان کے کھونٹے بندھا ہے وہ
گذرے ہے اس نمط اُسے ہر لیل و ہر نہار ۱۲

ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر
دیکھے ہے آسماں کی طرف ہو کے بیقرار ۱۳

۱۴ تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا — جوگی کو آنکھ موند کے دیتا ہو وہ پسار

۱۵ خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ — ہر دم زمیں پہ آپ کو پٹکے ہی بار بار

۱۶ پیدا ہوئی ہے نسبت اگن باد اس قدر — ہرگز دروغ اُس کو تو مت جان زینہار

۱۷ گذرے وہ جس طرف سے کبھو اس طرف نسیم — بادِ سموم ہووے وہیں گر کرے گذار

۱۸ دیکھے ہے جب وہ توبڑہ و تھان کی طرف — کھودے ہے اپنے سُم سے کنوئیں ٹاپیں مار مار

۱۹ فاقوں سے ہنہنانے کی طاقت نہیں ہی — گھوڑی کو دیکھتا ہی تو پادے ہی بار بار

۲۰ ہے اس قدر ضعیف کہ اُڑ جائے باد سے — میخیں گر اُسکی تھان کی ہوویں نہ استوار

۲۱ نہ استخواں نہ گوشت نہ کچھ اُسکے پیٹ میں — دھونکے ہی دم کو اپنی کہ جوں کھال کو لوہار

۲۲ سمجھا نہ جائے یہ کہ وہ ابلق ہی یا سُرنگ — خارشت سے زبسکہ ہی مجروح بیشمار

۲۳ یہ چال اُس کی دیکھ غرض یوں کہے ہی خلق — جنگل سے موذی کے تو چھڑا اُسکو کردگار

۲۴ ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں — کہتے ہیں اُسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

۲۵ لے جاویں چور یا مرے یا ہو کہیں یہ گُم — اس تین بات سے کوئی جلدی ہو آشکار

۲۶ تنہا نہ اُس کے غم سے دل تنگ زین کا — خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہی فگار

۲۷ القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور — آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

۲۸ رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا — مشہور تھا جنھوں کے وہ اسپ نابکار

۲۹ خدمت میں اُن کی میں نے کیا جا یہ التماس — گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

۳۰ فرمایا جب اُنھوں نے کہ اے مہربان من — ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار

لیکن کسی کے چڑھنے کے لائق نہیں اسپ — یہ واقعی ہے اس کو نہ جانوگے انکسار ۳۱

صورت کا جس کے دیکھنا ہی گا گدھے کو ننگ — بہتر ہے جسکے نت ہی سگ خشمگیں کو عار ۳۲

بد رنگ جیسے لید و بد بو ہے جوں پیشاب — بدمیں ہے کہ اصطبل ادھر کرے ہزار ۳۳

مانند میخ چوب کے لکڑی ہے تھان پر — لاجنب وہ زمیں سے ہے چوں میخ استوار ۳۴

حشری ہے اسقدر کہ بحشر اُسکی پشت پر — دجال اپنے منھ کو سیہ کر کے ہو سوار ۳۵

استادہ سر نگوں ہے کہ سب اُڑ گئے ہیں دانت — جبڑے سے بسکہ ٹھوکروں کی نت پڑی ہے مار ۳۶

ہے پیر اس قدر کہ جو بتلائے اُسکا سن — پہلے وہ لیکے ریگ بیاباں کرے شمار ۳۷

لیکن مجھے ز روئے تواریخ یاد ہے — شیطاں اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار ۳۸

کم زور اس قدر ہے اگر اُس کے نعل کا — لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھو لوہار ۳۹

ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ — رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار ۴۰

مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پانوں — جز دست غیر کے نہیں چلتا ہے زینہار ۴۱

اک دن گیا تھا مانگے یہ گھوڑا برات میں — دولھا جو بیاہنے کو چلا اُس پہ ہو سوار ۴۲

سبزے سے خط سیاہ دمیدہ سے ہو اسفید — تھا سرو سا جو قد سو ہوا شاخ باردار ۴۳

پہونچا غرض عروس کے گھر تک وہ نوجواں — شیخوخیت کے درجے سے کر اُسطرف گذار ۴۴

میٹھا تو اس قدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا — لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یار ۴۵

دہلی تک آن پہونچا تھا جس دن کہ مرہٹہ — مجھسے کہا نقیب نے آکر ہے وقت کار ۴۶

مدت سے کوڑیوں کے اڑایا ہے گھر میں بیٹھ — ہو کر سوار اب کرو میداں میں کارزار ۴۷

۴۸ ناچار ہو کے تب تو بندھایا میں اُس پہ زیں
ہتھیار باندھ کر میں ہوا جا کے پھر سوار

۴۹ جس شکل سے سوار تھا اُس دن میں کیا کہوں
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار

۵۰ چابک تھی دونوں ہاتھ میں پکڑے تھا منھ میں باگ
ٹک تا کے سے پاشنہ کے مرے پانوں تھے فگار

۵۱ آگے سے توبڑہ اُسے دکھلائے تھا سائیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار

۵۲ ہرگز وہ اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
ہلتا نہ تھا زمیں سے مانند کوہسار

۵۳ اس مضحکے کو دیکھ ہوئے جمع خاص عام
اکثر مدبروں میں سے کہتے تھے یوں پکار

۵۴ پہیے اسے لگا دو کہ تا ہووے یہ رواں
یا بادبان باندھو پون کے دو اختیار

۵۵ میں کیا کہوں غرض کہ ہر اک اسکی شکل دیکھ
تیغ زباں سے کاٹ کے کرتا تھا گل نثار

۵۶ کہتا تھا کوئی ہی بز کوہی نہیں یہ اسپ
کہتا تھا کوئی ہے گا ولایت کا یہ چار

۵۷ کہتا تھا کوئی مجھ سے ہوا تجھ سے کیا گناہ
کتوال نے گدھے پہ تجھے کیوں کیا سوار

۵۸ کہنے لگا پھر آ کے اُس اجماع میں کوئی شخص
مرکب نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گناہگار

۵۹ سمجھوں ہوں میں تو یہ کہ سپاہی کے بھیس میں
ڈائن چلی ہو سیر کو ہو چرخ پر سوار

۶۰ اس مخمصہ میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز
قسمت کو آسماں نے کیا مجھ سے پھر دوچار

۶۱ دھوبی کمہار کے گدھے اُس دن ہوئے تھے گم
اس ماجرے کو سُن کیا دونوں نے واں گذار

۶۲ ہر اک نے اُس کو اپنے گدھے کا خیال کر
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمہار

۶۳ دریائے کشمکش ہوا اُس آن موج زن
تھا عنقریب ڈوبیے خفت سے ایکبار

۶۴ بد بختی اُس کی دیکھ کے کر خرمن کا خیال
لڑکے بھی واں تھے جمع تماشے کو بے شمار

رکھتا تھا کوئی لا کے سپاری کو منھ کے بیچ
ہو اُس کے تن سی کوئی اُکھاڑے کتھا یا بار ۶۵

کہتا تھا کوئی مجھ سے کہ تو مجھ کو بھی چڑھا
دوں گا ٹکا تجھے میں بھی نو چندا اتوار ۶۶

کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اسکے گرد و پیش
ساتھ اُس سمند خرس نما کے ہو چشم چار ۶۷

اُس وقت میں نے اپنی مصیبت پہ کر نظر
کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار ۶۸

جھگڑوں میں دھوبیوں سے کہ لڑکوں کو دوں جواب
کتوں سے یا لڑوں کہ مروں اپنا پیٹ مار ۶۹

بارے دعا مری ہوئی اُس وقت مستجاب
واں سے بہر نمط کیا جنگاہ کا گذار ۷۰

دستِ دعا اٹھا کے میں پھر وقت جنگ کے
کہنے لگا جناب الٰہی میں یوں پکار ۷۱

پہلے ہی چھوٹے گولا تو اس گھوڑے کے لگے
ایسا لگے یہ تیر کہ ہو وے جگر سے پار ۷۲

یہ کہہ کے میں خدا سے ہوا مستعد جنگ
اتنے میں مرہٹہ بھی ہوا مجھ سے آ دو چار ۷۳

گھوڑا تھا بسکہ لاغر و بیمار و ضعیف خشک
کرتا تھا یوں خفیف مجھے وقت کارزار ۷۴

جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اُس کو حریف پر
دوڑوں تھا اپنے پانوں سے جوں طفل نے سوار ۷۵

جب دیکھا میں کہ جنگ کی یاں یہ بندھی ہے شکل
لے جوتیوں کو ہاتھ میں گھوڑا بغل میں مار ۷۶

دھڑ دھمکا اُن سے لڑتا ہوا شہر کی طرف
القصہ گھر میں آن کے میں نے کیا قرار ۷۷

گھوڑے مرے کی شکل تھی ہے تم نے جو سُنی
اب گر بھی دل میں آئے تو اب ہوجئے سوار ۷۸

سُن کر تب اُن سے میں نے یہ قصہ دیا جواب
اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار ۷۹

گفتن ہمیں بس است کہ ایں من البلاغ است
سمجھوں گا اپنے دل میں اگر ہوں میں ہوشیار ۸۰

سودا نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدہ کا تضحیک روزگار ۸۱

فرہنگ

قصیدہ نمبر (۱)

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
″ (۱) ″	اوّل	چہرۂ مہروش	ایسا چہرہ جو چاند سے مشابہ ہو۔
″ ″ ″	″	مشکفام	مشک کی سی خوشبو رکھنے والا۔
″ (۶) ″	دوم	نیام	تلوار کی میان۔
″ (۷) ″	اوّل	معاد	لغوی معنی لوٹ کر جانے کی جگہ مگر اصطلاح میں آخرت یا قیامت کو کہتے ہیں۔
″ (۸) ″	″	منجنیق	ایک ایسا آلہ جس میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر گھما گھما کر قلعہ کی دیوار پر مارتے ہیں تاکہ وہ ٹوٹ جائے۔
″ (۱۱) ″	دوم	نعت	تعریف جو رسول اللہ صلعم کی صفات کے بیان کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔
		منقبت	اہلبیت اور اصحاب کبار یا بزرگان دین کی ثنا۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
		انصرام	پورا کرنا۔ انتظام کرنا۔ کٹ جانا۔
" (۱۶) "	دوم	قرص	ٹکیہ
" (۱۷) "	"	مراجعت	لوٹنا یا رجوع کرنا۔
" (۱۸) "	اوّل	طواف	کسی چیز کے گرد پھرنا خصوصاً خانۂ کعبہ کا چکر لگانا۔
		دُلدُل	دلیلوں سے ثابت کی ہوئی چیز۔ صاف ظاہر۔ وہ چوپایہ جس پر رسول اللہ شب معراج سوار ہوئے۔ سفید سیاہی مائل مادہ خچر جسے حاکم اسکندریہ نے رسول اللہ کو اور بعد کو رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو دیا تھا۔
		احول	تنگ چشم۔ کم نگاہ۔

قصیدہ نمبر (۲)

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
" (۱) "	اوّل	بہمن ودی	پھاگن اور ماگھ کے مہینے۔
" " "	دوم	اُردی	موسم بہار کا مہینہ۔
" " "	"	مستاصل	جڑ سے اکھاڑنا۔ برباد کرنا۔
" (۲) "	"	عزّ و جلّ	غالب اور بزرگ۔ عموماً خدا کے لئے آتا ہے۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
״ (۳) ״	اوّل	قوت نامیہ	وہ قوت جو جسم حیوانی اور نباتی کو طول و عرض میں بڑھاتی ہے۔
״ ״ ״	״	نباتات	گھاس پات۔
״ (۵) ״	״	گل نورستہ	نیا اُگا ہوا پھول۔
״ (۶) ״	״	گلبن	گلاب کا درخت۔
״ ״ ״	دوم	مانی	نام ایک بہت بڑے نقاش کا جو اپنی نقاشی کو معجزہ بتاتا تھا۔
״ (۷) ״	اوّل		
״ (۱۰) ״	״	تگرگ	اولا۔
״ (۱۰) ״	دوم	روئیدگی	نمو۔ اُگنا۔
״ (۱۰) ״	״	گاوِ زمین	ایک عقیدہ جس کے تحت زمین ایک بیل کی پشت پر ٹھہری ہوئی ہے اور بیل مچھلی کی پیٹھ پر ہے۔
״ (۱۲) ״	دوم	لات و ہُبل	بتوں کے نام
״ (۱۹) ״	״	مکحل	سرمہ دان۔
״ (۲۱) ״	اوّل	لُمعہ	روشنی۔ چمک دمک۔
״ (۲۷) ״	״	حنظل	زہریلا مادہ کا پھل جسے اندرائن کہتے ہیں۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
ور ،، (۳۷) ،،	دوم	زنبور عسل	شہد کی مکھی۔
،، ،، (۳۲) ،،	،،	منقل	انگیٹھی۔
،، ،، (۴۰) ،،	،،	زحل	ایک ستارہ ہے جو نحس اکبر ہے۔
،، ،، (۴۴) ،،	،،	اعمائے ازل	پیدائشی اندھا۔
،، ،، (۵۴) ،،	اوّل	علت غائی	جو چیز جس کام کے لئے بنائی گئی ہے اُس کا فائدہ
،، (۶۰)	دوم	مِلَل	ملت۔قوم۔
،، (۶۳)	اوّل	حواس خمسہ	حواس کی دو قسمیں ہیں۔ایک ظاہری اور دوسرے باطنی۔ اور یہ دونوں پانچ پانچ ہیں ظاہری میں ذائقہ۔ باصرہ (دیکھنے سے متعلق) شامہ (سونگھنے سے متعلق) لامسہ (چھونے سے متعلق) سامعہ (سُننے سے متعلق۔ اسی طرح حواس باطنی میں حافظہ۔خیال۔ واہمہ (وہم واندیشہ سے متعلق) متصرفہ اور حس مشترک ہیں۔
،، (۶۷) ،،	،،	رخش فلک سیر	آسمان کی سیر کرنے والا گھوڑا۔
،، (۷۴) ،،	،،	میخ	لکڑی یا لوہے کی کیل جو گھوڑے کی نعل میں جڑی جاتی ہے۔

حسب شعر نمبر	مصرع	الفاظ	معنی
〃 (۷۶) 〃	دوم	بازگشت	لوٹنا۔ پھر کر آنا۔
〃 (۷۹) 〃	〃	گرگ	بھیڑیا۔
〃 (۱۱۶) 〃	〃	عقدۂ مالاینحل	ایسی گرہ جو کھل نہ سکے۔
〃 (۱۳۶) 〃	〃	نیّر اعظم	سورج۔
〃 (〃) 〃	〃	برج حمل	آسمان کے پہلے برج کا نام آفتاب جس دن اُس میں داخل ہوتا ہے وہی دن نوروز کا ہوتا ہے۔
〃 (۱۳۷) 〃	〃	نمل	چیونٹی۔
〃 (۱۴۰) 〃	اوّل	نیساں	مہینے کا نام اور اس دن جو بارش ہوتی ہے اُسے بھی نیساں کہتے ہیں اس بارش کے قطروں سے سیپ میں موتی پیدا ہو جاتے ہیں۔

قصیدہ نمبر (۳)

〃 (۱۲) 〃	دوم	کحل الجواہر	وہ سُرمہ جس میں موتی اور جواہر پڑے رہتے ہیں۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
〃 (۲۴) 〃	اوّل	مجہول النّسب	ایسا آدمی جس کا نسب نا معلوم ہو۔
〃 (۳۰) 〃	〃	دستبرد	تنظلم۔
〃 (۳۹) 〃	دوم	روح القدس	جبرئیل۔
〃 (۴۲) 〃	اوّل	عالم لاہوت	عالم ذات خدا کا
〃 (۶۶) 〃	〃	عنکبوت	مکڑی۔
〃 (۸۲) 〃	دوم	جعد	جُوڑہ۔
〃 (۱۰۰) 〃	〃	رطب اللسان	شکر گزار۔
〃 (۱۱۰) 〃	〃	ارمغاں	تحفہ سوغات۔

قصیدہ نمبر (۴)

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
〃 (۳) 〃	اوّل	اشتہا	بھوک۔
〃 (۱۹) 〃	〃	باد سموم	گرم لُون۔
〃 (۳۴) 〃	دوم	جاروب کش	جھاڑو لگانے والا۔
〃 (۴۶) 〃	〃	مسکن و ماویٰ	رہنے سہنے کا مقام
〃 (۶۱) 〃	اوّل	چہار عنصر	پانی۔ آگ۔ ہوا۔ خاک۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی

قصیدہ نمبر (۵)

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
؍؍ (۲) ؍؍	دوم	کاسۂ واژوں	الٹا پیالہ۔ کنایہ آسمان کی طرف۔
؍؍ (۵۱) ؍؍	اوّل	سروعلن	باطن و ظاہر۔
؍؍ (۶۴) ؍؍	؍؍	کوثر	جنّت کے درمیان ایک نہر کا نام
؍؍ (۶۴) ؍؍	دوم	شنا	پانی میں تیرنا۔
؍؍ (۶۵) ؍؍	اوّل	چشمۂ خضر	آب حیات۔
؍؍ ؍؍ ؍؍	دوم	ظلمات	ظلمت کی جمع یعنی تاریکی یا اندھیرا ہیں۔
؍؍ (۸۵) ؍؍	اوّل	پنبہ	روئی۔

قصیدہ نمبر (۶)

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
؍؍ (۳) ؍؍	دوم	حریر	ریشمی کپڑا۔
؍؍ (۴) ؍؍	؍؍	عطارد	ایک مشہور ستارہ دوسرے آسمان پر ہے۔ اُس کو دبیر فلک بھی کہتے ہیں۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
؍؍ (۱۰) ؍؍	دوم	گنجِ خطیر	بہت بڑا خزانہ۔
؍؍ (۱۱) ؍؍	؍؍	تگرگ بار	اولا باری۔
؍؍ (۱۳) ؍؍	اوّل	اجرائے کار	کام کو جاری کرنا۔ کام چلانا۔
؍؍ (۱۶) ؍؍	؍؍	مرّیخ	نام ایک ستارہ کا جو پانچویں آسمان پر ہے اسے ہندی میں منگل کہتے ہیں۔
؍؍ (۲۶) ؍؍	دوم	سحاب مطیر	برستا بادل۔
؍؍ (۳۵) ؍؍	؍؍	تریاق	زہر مہرہ
؍؍ (۳۹) ؍؍	؍؍	مدرکہ	عقل۔ فہم۔ یعنی وہ قوت جس سے انسان کسی شے کی اصلیت و حقیقت کا پتہ لگا سکے۔
؍؍ (۴۵) ؍؍	اوّل	عزیمت	منتر۔ افسوں۔
؍؍ (۴۹) ؍؍	دوم	واجب التعذیر	سزا کا مستحق

قصیدہ نمبر (۷)

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
〃 (۱) 〃	اوّل	خاور	مشرق۔
〃 (۸) 〃	〃	بخشی گری	تنخواہ تقسیم کرنے کا صیغہ۔
〃 (۹) 〃	دوم	متصدّی	پیشکار۔
〃 (۱۱) 〃	اوّل	ابلاغ	حکم پہنچانا۔ بھیجنا۔
〃 (۱۳) 〃	〃	دگلہ	سپاہیوں کی پوشاک۔
〃 (۱۹) 〃	دوم	کرّنا	ایک باجہ جسے تُرہی کہتے ہیں۔
〃 (۶۹) 〃	اوّل	کفش	جوتی۔
〃 (۸۰) 〃	دوم	ارث	مردے کا مال۔ خاکستر۔
〃 (۸۹) 〃	اوّل	درّاج	تیتر۔
〃 〃 〃	دوم	کرگدن	گینڈا۔
〃 (۱۱۲) 〃	اوّل	بادریسہ	چوب خیمہ پر جو چیز لٹّو کے شکل کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔
〃 〃 〃	دوم	مندرس	کہنہ۔ پُرانا۔ فرسودہ۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
" (۱۱۵) "	اوّل	قالی	غالیچہ۔

قصیدہ نمبر (۸)

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
" (۱) "	اوّل	ابلق	گھوڑ چتکبرا۔
" (۲) "	"	طویلہ	وہ مکان جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں۔
" (۷) "	دوم	اسپ گلی	لکڑی کے گھوڑے جن پر بچے سوار ہو کر گلی کوچوں میں کھیل تماشے کرتے ہیں۔
" (۱۵) "	اوّل	دستۂ گیاہ	گھاس پھوس کا ڈھیر۔
" (۱۸) "	"	توبڑہ	ایک تھیلا جس میں گھوڑے کو دانہ کھلایا جاتا ہے۔
" (۲۰) "	دوم	میخ	لوہے کی کیل۔
" (۲۲) "	"	خارشت	کھجلی
" (۳۴) "	اوّل	لگدزن	لات مارنے والا۔

حسب شعر نمبر	مصرعہ	الفاظ	معنی
〃 (۴۳) 〃	دوم	شاخ باردار	پھلوں سے لدی ہوئی ڈال۔
〃 (۵۰) 〃	〃	پاشنہ	پیر کی ایڑی۔
〃 (۵۸) 〃	اوّل	اجماع	مجمع۔
〃 〃 〃	دوم	مرکب	گھوڑا۔
〃 (۶۰) 〃	اوّل	مخمصہ	ادھیڑبن۔ پریشانی کا عالم۔
〃 (۶۴) 〃	〃	بلہ پشمی	دیکھنے میں بھدے لگنے والے بال۔
〃 〃 〃	〃	خرس	ریچھ۔ بھالو۔